ماھنامہ

المرشد

لاھور

اللہ رسول محمد

جون
2001

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

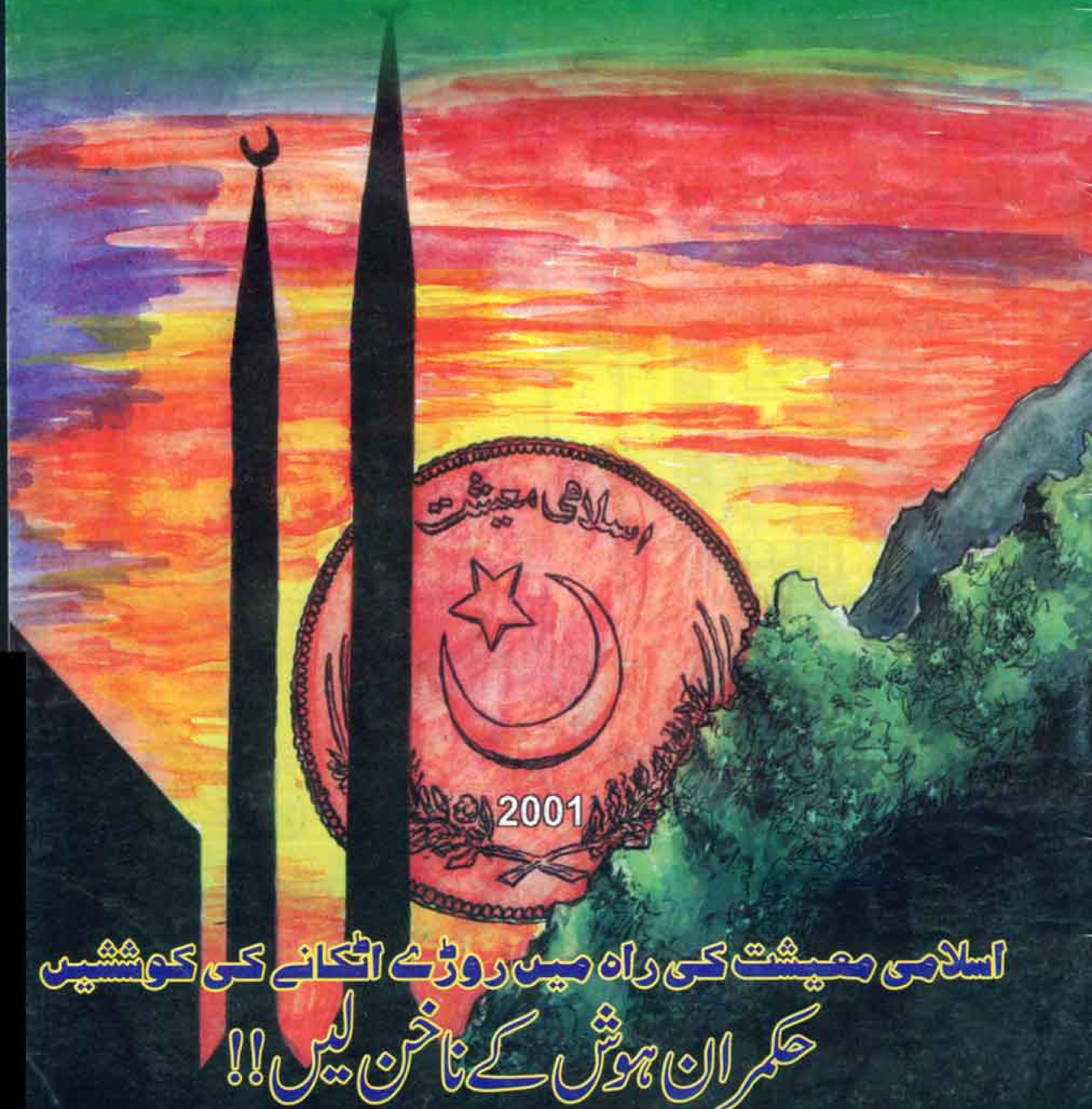

اسلامی معیشت کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوششیں

حکمران ہوش کے ناخن لیں!!

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین   نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

جون 2001ء (ربیع الاول 1422ھ)

جلد نمبر 22 ✵ شمارہ نمبر 11

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

الطاف قادر گھمن، اعجاز احمد اعجاز، سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ کمپوزنگ: عبدالحمید

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

1- اداریہ — اسلامی معیشت کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوششیں	محمد اسلم	3
2- نفاذ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ	عرفان اللہ وڑائچ	4
3- ترغیب وترہیب	امیر محمد اکرم اعوان	9
4- اسلامی فلاحی مملکت	امیر محمد اکرم اعوان	17
5- کوچ کا نقارہ	امیر محمد اکرم اعوان	26
6- المرشد کی کہانی۔ المرشد کی زبانی	حافظ عبدالرزاق	31
7- کلام شیخ	سیماب اویسی	33
8- طالبنائیزیشن	حافظ عبدالرزاق	34
9- امیر محمد اکرم اعوان کے بیانات اخبارات کی روشنی میں	(تراشے)	35
10- کہتی ہے خلق خدا تجھے غائبانہ کیا	مراسلات	44
11- من الظلمت الی النور	محمد شمعون	47
12- ذکر میں کمی ' وجوہات اور علاج	عائشہ سطوت	51
13- ایڈیٹر کی ڈاک	خطوط	52
14- سود خوروں کی طرف سے رکاوٹیں	اعجاز احمد صمدانی	55
15- کیبل نیٹ ورک اور اسلامی معاشرہ	منیر احمد قمر	59
16- پرانا کھیل نئے کھلاڑی	غیاث الدین جانباز	61
17- غیر رسمی گفتگو	نذیر ناجی	63

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات	بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے	برطانیہ۔یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے	امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال	فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس = اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد۔فون 041-668819

ناشر۔پروفیسر عبدالرزاق   انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

ہیڈ آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔فون 042-5182727

اسلامی معیشت کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوششیں

حکمران ہوش کے ناخن لیں!

حکومت کا کوئی کارندہ کہے کہ اس ملک میں اللہ کے احکامات کی بجاآوری ممکن نہیں اور چودہ کروڑ مسلمان اس پر خاموش رہیں......... نام نہاد دینی جماعتوں کے اکابرین کے کانوں پر جوں تک نہ رینگے......... اس ملک کے دانشور اور مفکر خاموش رہیں......... تف ہے ایسی بات کہنے......... اور اسے سن کر خاموش تماشائی بنے رہنے والوں پر......... کتنے دکھ کی بات ہے کہ سٹیٹ بنک کے گورنر ڈاکٹر عشرت حسین نے آسانی سے یہ بات کہہ دی کہ "اس ملک میں مکمل غیر سودی نظام کا نفاذ ممکن نہیں کیونکہ بہت سی قوتیں ان کا راستہ روک رہی ہیں۔" یہ قوتیں کون سی ہیں اس کا تو ڈاکٹر عشرت حسین نے ذکر نہیں کیا یقیناً یہ قوتیں ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف ہی ہو سکتی ہیں جنہوں نے ہمارے حکمرانوں کو زر خرید غلام بنا رکھا ہے۔ سٹیٹ بنک کے گورنر کی حیثیت سے ڈاکٹر عشرت حسین کا خود کو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کا غلام ظاہر کرنا ان کی اپنی ہی نہیں پوری قوم کی توہین ہے۔ ان کے بیان نے اس امید پر بہت حد تک پانی پھیر دیا ہے جو سپریم کورٹ کی طرف سے پاکستان میں معاشی نظام کو سود سے پاک کرنے اور یکم جولائی 2001ء سے سودی نظام کے خاتمہ کے فیصلے سے پیدا ہوئی تھی۔۔۔۔۔

سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد سے یہ توقع کی جارہی تھی کہ اس سے ملک میں مکمل اسلامی نظام کی راہ ہموار ہوگی......... غیر سودی نظام معیشت کے مثبت اثرات کی وجہ سے دوسرے شعبوں کے نظام کو بھی جلد از جلد اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی جانب پیش رفت ہوگی۔ ملک میں ترقی اور خوشحالی کے کئی دروازے کھلیں گے......... بے روزگاری کا خاتمہ ہوگا......... ملکی معیشت سے چند مخصوص خاندانوں کی اجارہ داری ختم ہوگی......... ملک عالمی مالیاتی اداروں کے چنگل سے آزاد ہوگا......... لیکن ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ حکومت کا ایسا کوئی پروگرام نہیں......... حکومتی ایوانوں میں بیٹھے نام نہاد مسلمان، کفار کے ایجنٹ اور دین اور ملک دشمن عناصر اللہ کے احکامات کے مقابلے میں عالمی مالیاتی اداروں کے احکامات کی بجاآوری کو قابل فخر سمجھ رہے ہیں.........

عالمی مالیاتی اداروں کو خوش کرنے کے لیے پاکستانی قوم کا خون نچوڑنے والے حکمرانوں کو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ ماضی میں بھی جس جس حکمران نے ایسا کیا اس کا انجام عبرتناک ہوا اور اگر اب انہوں نے ماضی سے سبق نہ سیکھا تو ان کا انجام بھی سابقہ حکمرانوں سے زیادہ مختلف نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ جہاں تک ملک میں غیر سودی نظام معیشت رائج ہونے کا تعلق ہے تو حکمران سن لیں کہ اس کے بغیر ملکی معیشت بچانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔۔۔۔۔ کوئی دوسرا نظام ایسا نہیں جو غریب کو مہنگائی اور بے روزگاری کے چنگل سے نکال سکے۔۔۔۔۔۔

ہم حکمرانوں پر کھلے الفاظ میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اپنے دنیاوی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے انہیں اس راستے سے روکنے کے لئے ابھی اللہ کی زمین پر اللہ کے بندے موجود ہیں۔۔۔۔۔ ابھی اللہ کے ایسے سپاہی موجود ہیں جو ان کا راستہ روک سکیں۔۔۔۔۔۔ وطن عزیز کی معیشت پر سانپ بیٹھ کر غریب عوام کا خون چوسنے والوں کے خلاف میدان میں آنے کے لئے ایک فوج تیار بیٹھی ہے۔۔۔۔۔ اللہ کے سپاہیوں کی ایسی فوج جو جذبہ شہادت سے سرشار ہے۔۔۔۔۔ جو ملک میں صرف اور صرف نفاذ اسلام کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کو تیار ہے۔۔۔۔۔ جو اس ملک میں جاری ظلم کو روکنے کی استطاعت بھی رکھتی ہے اور جسے اللہ کی مدد پر بھروسہ بھی ہے۔۔۔۔۔ اگر حکمرانوں نے ہوش کے ناخن نہ لئے اور ملک میں مکمل غیر سودی نظام معیشت کا نفاذ نہ کیا۔۔۔۔۔۔ تو پھر اپنے انجام کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہوں گے اور اس انجام کی گواہی تو اللہ کے قرآن سے بھی ثابت ہے۔

سودی نظام نفاذ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ

جو مغرب زدہ دانشور اس بات کا پرچار کرتے ہیں کہ سود کے بغیر نظام معیشت چلانا ناممکن ہے ان کی خدمت میں صرف یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور قرآن حکیم و سنت رسول ﷺ قیامت تک انسانوں کے لئے راہنمائے ہدایت ہے اس لئے سود کی ممانعت کے واضح احکامات کی موجودگی میں اسلامی نظام معیشت کے قیام کے لئے صرف خلوص نیت درکار ہے اور اسی میں انسانیت کی فلاح و بہبود مضمر ہے کیونکہ اسلام ایک عادلانہ اور منصفانہ نظام پر مبنی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں باہمی اخوت اور ہمدردی ہو' اسلامی معاشرہ میں افراد کا باہمی تعلق اور لین دین تعاون اور ہمدردی کا ہوتا ہے ان اقدار کی نشوونما اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے اسلام نے ظلم و استحصال کے تمام ممکنہ راستوں کو ایک ایک کرکے بند کیا ہے' سود بھی انہی میں سے ایک ہے

عرفان اللہ وڑائچ

اسلام سلامتی اور نفع بخشی کا دین ہے اور استحصال کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ہر شکل کے خلاف ہے' سود چونکہ معاشی استحصال کی بدترین شکل ہے اس لئے اسلام نے اسے کلیتہً حرام قرار دیا ہے اور قرآن مجید نے واضح طور پر سود پر مبنی استحصالی نظام کے علمبرداروں کو خبردار کیا ہے کہ سود خورو! اگر تم نے سودی نظام نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر 279 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر بھی اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کا یقین کرلو۔

سود صرف دنیائے اسلام ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ پوری دنیا میں معاشی ناہمواریوں کی بنیاد ہے۔ اس وقت پوری دنیا سود خوروں کے پاس گروی ہو چکی ہے' یہی بین الاقوامی سطح پر یہودی سازش ہے کہ پوری دنیا کے غریبوں کو سودی نظام کی زنجیروں میں جکڑ کر اقتصادی طور پر غلام بنا دیا جائے تاکہ غریب ملکوں کے عوام اپنے ملکی سرمایہ داروں کے سامنے اور حکومتیں عالمی سرمایہ داروں کے سامنے سر نہ اٹھا سکیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے مگر مسئلہ صرف خلوص نیت سے نفاذ اسلام کا ہے اگر غور کیا جائے کہ دور جدید میں نفاذ اسلام کے سلسلہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کونسی ہے تو بلا شبہ اس کا ایک ہی جواب ہوگا کہ سودی نظام معیشت۔ امت مسلمہ کو درپیش دوسرے بہت سے مسائل اس ایک مسئلہ کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں اگر دنیا کے کسی ایک اسلامی ملک میں سود سے پاک نظام معیشت اختیار کر لینے میں کامیابی حاصل ہو جائے تو اس کے بعد امت مسلمہ کے اتحاد کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ اس سے بے روزگاری' کساد بازاری اور افراط زر ہی نہیں بلکہ دوسرے بہت سے سماجی مسائل جیسے اختلاط مرد وزن' بے حیائی' فحاشی' تعلیمی انحطاط اور اخلاقی بے راہ روی جیسی بیشتر خرابیوں کے اصل اسباب کی جڑ کٹ جائے گی۔

سود کو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ نے کبیرہ گناہوں میں بھی بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے اہل ذمہ یہودیوں' عیسائیوں اور مشرکین کے ساتھ معاہدات کئے جن میں انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنی عیسائیت' یہودیت یا بت پرستی پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ریاست میں آزادانہ اور باعزت زندگی گزار سکیں لیکن ان تمام آزادیوں کے باوجود ان کو سود خوری کی اجازت نہیں دی گئی۔ خود رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں صراحت کی گئی کہ سودی کاروبار کی صورت میں یہ معاہدہ کالعدم متصور ہوگا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے بھی متعدد غیر مسلم قبائل کے ساتھ معاہدے کئے اور ان کو بطور اہل ذمہ یہ حق دیا کہ وہ اپنے مشرکانہ نظریات پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ریاست میں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے رہ سکیں لیکن ان دستاویزات اور معاہدوں میں یہ

بات صراحت سے ملتی ہے کہ اگر ان لوگوں نے سودی کاروبار کیا تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ اکرامؓ نے سود کو اتنا بڑا جرم قرار دیا تھا کہ کسی ایک فرد کا سودی کاروبار کرنا اس بات کیلئے کافی قرار پایا کہ اس کی پاداش میں پوری قوم سے معاہدہ دوستی و امن کو ختم کر دیا جائے۔

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا مگر بدقسمتی سے دیگر کئی ممالک کی طرح پاکستان بھی آزادی کے باوجود مکمل آزادی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا پاکستانی معیشت عالمی مہاجنوں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ دور جدید میں آزادی کا دوسرا معنی معاشی آزادی ہے' معاشی آزادی کے بغیر آزادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' ہمارے ملکی بجٹ کا سب سے بڑا حصہ غیر ملکی قرضوں اور سود کی اقساط ادا کرنے پر خرچ ہوتا ہے اور آئے روز عالمی مہاجن پاکستانی عوام کو اپنے استبدادی شکنجے میں مزید کسنے کے لئے عجیب و غریب اور کڑی شرائط پر اصرار کرتے ہیں۔ اس معاشی تنزلی' اقتصادی بدحالی اور سودی معیشت سے پیدا ہونے والی تشویش ناک صورت حال کا اندازہ چند سالوں کے اعداد و شمار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ 1979-80ء میں پاکستان نے ملکی و غیر ملکی قرضہ جات پر 5 ارب 70 کروڑ روپے سود ادا کیا' 1983-84ء میں سود کی ادائیگی 4 ارب 12 کروڑ' 1987-88ء میں 29 ارب 34 کروڑ' 1990-91ء میں یہ رقم 47 ارب 34 کروڑ تک پہنچ گئی۔ ان چند سالوں کے اعداد و شمار سے پاکستانی معیشت کی عالمی مہاجنوں کے ہاتھوں کھلونا بنتے جانے اور دن بدن اس اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈوبنے کی صورت حال کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ صرف اور صرف سودی نظام معیشت کی وجہ سے ہے' 1973ء کے آئین کے تحت قوانین کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھالنے کے لئے بنائی گئی اسلامی نظریاتی کونسل نے سودی نظام کے خاتمہ پر زور دیا اور وفاقی شرعی عدالت نے بھی سود کو غیر اسلامی قرار دے دیا تھا مگر حکومت نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کر دی' شریعت اپیلٹ بنچ نے بھی سودی نظام معیشت کے خاتمہ کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور حکومت کو حکم دیا ہے کہ سودی نظام کے خاتمہ کے لئے اقدامات کئے جائیں' سود کے جائز یا ناجائز ہونے پر قطعاً رائے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں اس کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور سنت رسول ﷺ میں بھی اس پر واضح احکامات ہیں۔

قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ نے سود کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ھے

شریعت کے تفصیلی احکام آنے سے پہلے ہی قرآن پاک نے قبل از ہجرت سورۃ روم کی آیت نمبر 39 میں مسلمانوں کو سود کے ناپسندیدہ ہونے سے باخبر کر دیا کہ تمہارا یہ سمجھنا کہ ربا سے دولت میں اضافہ ہوتا ہے درست نہیں۔ اللہ کی نظر میں یہ کوئی اضافہ نہیں ہے اس کے برعکس تم جو زکوٰۃ اور صدقات ادا کرتے ہو جس سے تمہارا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے تو وہی اصل اضافہ اور بڑھوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں سود کی حرمت کا ذکر سب سے پہلے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 130-131 میں ملتا ہے۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو اور ڈرو اس آگ سے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس آیت میں دوگنے چوگنے سود کی ممانعت کی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوگنے چوگنے سے کم سود لینا جائز ہے اول تو قرآن اور احادیث نبوی ﷺ کے دوسرے صریح احکام میں ہر قسم کا سود حرام قرار دیا گیا ہے دوسرے یہ انداز بیان سود کی قباحت کو زیادہ نمایاں کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 275 میں ارشاد ہے (ترجمہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جس کو شیطان نے مس سے حواس باختہ کر دیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی تو ربا ہی کی طرح ہے حالانکہ خرید و

آنکھیں دیکھتی ہیں۔ بدن کی ضروریات ہوتی ہیں۔ پھر ان کی تکمیل کے لئے وہ ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے جو مناسب ہوتے ہیں جس سے اس کا بدن تو پلتا ہے، دولت تو وہ کماتا ہے، عزت کماتا ہے حکومت حاصل کر لیتا ہے لیکن روح چونکہ جسم لطیف ہے اس لئے اس کی غذا اس کی طاقت لطائف میں ہے، لطیف چیزوں میں ہے۔ مثلاً نیکی کی کیفیت صداقت، ایمانداری، نور ایمان اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت یہ جو خلوص سے کی جائے تو یہ روح کی غذا بنتی ہے۔ جس طرح بدن میں حیات روح سے پیدا ہوتی ہے اس طرح روح میں حیات ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ جنہیں ایمان نصیب ہوتا ان کے بارے ایک عرب شاعر نے کہا تھا کہ

اجسامهم قبل القبور قبور

کہ ان کے جسم ان کی ارواح کی قبریں ہیں۔ ان کا وجود زندہ ہوتا ہے، مادی عقل زندہ ہوتی ہے لیکن روح مر چکی ہوتی ہے اور وہ ایک چلتی پھرتی قبر بن جاتے ہیں جسے کسی پر رحم نہیں آتا، جو کسی کی فریاد نہیں سنتی، جسے بھلائی برائی میں تمیز کرنا نہیں آتا بلکہ اس میں ہر چیز دفن ہو چکی ہوتی ہے اور کوئی بھی یہ امید نہیں رکھتا کہ یہ اٹھ کر کوئی کام کرے گا یا بھلائی کرے گی یا اچھا کرے گی۔ اسی طرح ایمان سے محروم وجود جو ہیں وہ قبریں ہیں۔

نور ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت قبول کرنے سے نصیب ہوتا ہے اس سے روح میں جان پیدا ہوتی ہے، روح میں زندگی پیدا ہوتی ہے پھر اس کی غذا ہے اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ اگر وہ نصیب ہوتی رہے تو روح میں قوت پیدا ہوتی ہے، طاقت پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات انسان اس حال میں ہوتا ہے کہ کبھی اس پر روح کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ نیکی کرتا ہے، کبھی مادی افکار چھا جاتے ہیں تو برائی کی طرف چلا جاتا ہے لیکن اگر اللہ توفیق دے اور روح کی قوت بڑھتی رہے تو پھر ایک وقت آتا ہے کہ بندہ برائی کو پسند نہیں کرتا اور نیکی کے لئے اسے بھوک لگتی ہے نیکی کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں رواج کے طور پر نمازیں پڑھنا، رسم کے طور پر حج کرنا اور ایک رسم کے طور پر روزے رکھنا یا اپنی شہرت کے لئے پیسے خرچ کرنا یہ چیزیں روح کی غذا نہیں بنتیں۔ روح کی غذا وہ سجدے بنتے ہیں جن میں ذوق بھی ہو وہ قیام بنتے ہیں جن میں خلوص دل کار فرما ہو، وہ اخراجات روح کی غذا بنتے ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لئے کئے جاتے ہیں۔ یہ روح اور بدن کا معاملہ بالکل ایسے ہے جیسے مثال کے طور پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ

لوہا انتہائی ٹھوس وجود ہے اور آگ ایک جسم لطیف ہے اب اگر ہم لوہے کو آگ میں رکھ دیتے ہیں تو ایک حد تک وہ گرم ہوتا ہے اس میں آگ کی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر اسے چھوا جائے ہاتھ جلا دے گا لیکن لوہا لوہا ہی رہتا ہے۔ اگر اس پر آگ کا غلبہ ہوتا جائے اور آگ غالب آتی جائے تو پہلے سرخ ہو کر آگ کی شکل، انگارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، لوہا نظر نہیں آتا آگ ہی آگ نظر آتی ہے اور پھر پگھل کر مائع بن جاتا ہے جو سراپا آتش ہوتا ہے، اس مائع کو جب ہم کسی سانچے میں ڈھالتے ہیں تو پرزہ بن جاتا ہے یا گاڈر بن جاتا ہے یا کوئی چیز بنتا ہے۔ تو جب آگ کا اثر اس سے ختم ہوتا ہے تو لوہا پھر لوہا ہی رہ جاتا ہے۔ یہی حال روح کے اوصاف کا بدن کے ساتھ ہے۔ اگر نور ایمان نصیب ہو اور پھر اطاعت پیامبر ﷺ نصیب ہو تو مادی وجود پر روحانیت کا غلبہ آتا چلا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ یہ مادہ بھی جسم لطیف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور آپ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ آگ سے پیدا کئے گئے جن جسم لطیف ہیں۔ ہمیں نظر نہیں آتے یہ دیواریں ان کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ جس طرح بجلی ایک جسم لطیف ہے دھات سے گزر جاتی ہے، مٹی سے گزر جاتی ہے، اسی طرح جنات بھی گزر جاتے ہیں لیکن یہ کمتر لطیف ہیں۔ بجلی کو ہم نے قابو کر لیا، تاروں میں قید کر لیا، اپنی مرضی سے اس سے مشین چلا رہے ہیں۔ فرشتہ ان سب سے لطیف تر ہے جس کی تخلیق نور سے ہوئی ہے اور نور لطیف تر شے ہے، فرشتے کا وجود نوری ہے اور لطیف تر ہے لیکن جب یہ روحانی کیفیات غالب آتی ہیں تو اس کا معیار ہے محمد ﷺ کی ذات گرامی۔ کہ جب

آرزوؤں کو روندتا چلا جاتا ہے۔ سود کے نتیجہ میں خود غرضی جنم لیتی ہے' انسان کو اپنے نفع اور کاروبار سے غرض ہوتی ہے دوسرے کے نقصان سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ انسان کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے اور دولت کو اولین ترجیح حاصل ہو جاتی ہے' انسان رزق حلال کی لذت بھول جاتا ہے' حرص اور لالچ سود خور کے رگ و پے میں رچ بس جاتے ہیں' دوسرے کی جیب خالی کرا کے اپنی جیب بھرنا اس کا سب سے طاقتور جذبہ بن جاتا ہے' پیسہ اکٹھا کرنے کی ہوس میں قمار بازی اور جوئے کو فروغ ملتا ہے اس کے نتیجہ میں اہل خانہ' بیوی اور بیٹی تک داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کیا جاتا' سود کے نتیجہ میں دولت کا ہولناک ارتکاز ہوتا ہے اس سے ایک نہ ختم ہونے والی معاشی حد بندی اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے اور فضول خرچی میں مقابلہ بازی شروع ہو جاتی ہے۔

مغربی معاشیات کا ماہر لارڈ کینز بھی سود کو معیشت کی سب سے اہم برائی خیال کرتا ہے کہ جب تک دنیا سے سود ختم نہیں کر دیا جائے گا' بے روزگاری کا مسئلہ حل طلب ہی رہے گا۔ کینز کے نزدیک سرمایہ دار طبقہ کی استحصالی قوت کو توڑنے کا سب سے موثر راستہ سود کو کالعدم کر دینا ہے۔

سپریم کورٹ کی طرف سے سود کے خاتمہ پر فیصلہ آنے پر ہمارے ملک کے مغربی خیالات کے حامل دانشوروں نے اپنے مفادات کی خاطر سودی نظام کے حق میں مختلف تاویلیں پیش کیں۔ اسی طرح سوشلسٹ خیالات کے حامل سابق وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے بھی اس فیصلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور فیصلہ کو بالواسطہ غلط قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے "بنیادی طور پر یہ سازش ہوئی ہے کہ سود کی اصل شکل بیان کرنے کے لئے کوئی بھی سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ میں پیش نہیں ہوا' سود کی اصل نوعیت یہ ہے کہ جب آپ بغیر محنت کئے اپنے سرمائے کی بنیاد پر اضافی رقم حاصل کریں تو وہ رقم سود کہلاتی ہے' میں سود کی اس تعریف سے پوری طرح متفق ہوں۔ فرض کریں کہ میرے پاس دس لاکھ روپے ہیں' میں اس سے کوئی مکان یا دکان خرید کر کرائے پر دے دیتا ہوں وہ کرایہ دراصل سود ہے' میں اس رقم سے زمین خرید کر ٹھیکے پر دے دیتا ہوں تو ٹھیکے کی رقم سود ہے' میں کوئی شیئر خرید لیتا ہوں' اس کے منافع کی رقم سود ہے۔۔۔۔"

مغربی ماهرین بھی سود کو معیشت کی سب سے بڑی برائی تصور کرتے هیں

بعض لوگوں کے کرایہ مکان اور مزارعت سے متعلق خیالات اسلامی نقطہ نظر سے درست نہیں۔ ان موضوعات پر ڈاکٹر محمود احمد غازی نے تفصیلاً روشنی ڈالی ہے کہ سود کا اصل مفہوم یہ ہے کہ کسی واجب الادا رقم میں کسی معاوضہ (محنت' مال' خطرہ) کے بغیر محض وقت اور مہلت کے مقابلہ میں کسی مشروط اضافہ کا مطالبہ کیا جائے' کرایہ مکان پر یہ تعریف صادق نہیں آتی' کرایہ مکان اس منفعت کا معاوضہ ہے جو کرایہ پر لینے والا مکان سے اٹھاتا ہے اور پھر مکان اس کو واپس کر دیتا ہے' مکان کو خرچ نہیں استعمال کرتا ہے جبکہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے استعمال نہیں کیا جاتا۔ مکان جائیداد وغیرہ استعمالی اشیاء ہیں جن میں ربا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس سونا' چاندی' گندم' نمک' جو وغیرہ استہلاکی اشیاء ہیں جن کے خرچ کئے بغیر ان سے مستفید نہیں ہوا جا سکتا' ان میں ربا ہوتا ہے پھر مکانات اور جائیدادیں قیمتی ہیں جس میں ربا نہیں ہوا کرتا اور روپیہ' سونا' چاندی مثلی ہوتے ہیں جن میں ربا ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز کے نفع سے منع فرمایا ہے جس کا خطرہ انگیز نہ کیا گیا ہو چنانچہ کرایہ پر مکان دینے والا مکان کو پہنچ سکنے والا ہر خطرہ انگیز کرتا ہے اس لئے وہ منافع اور فوائد کا بھی حقدار ہے لیکن روپیہ قرض دینے والا شخص اس رقم پر کوئی خطرہ انگیز نہیں کرتا بلکہ وہ محفوظ ہوتی ہے اور مقروض کو لازماً ادا کرنی ہوتی ہے اس لئے قرض خواہ اس پر کوئی نفع لینے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

....

انتخابات کراتے ہیں تو وہ انہی لوگوں کو چنتے ہیں جو ان سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ جب بدکاروں کی رائے لی جاتی ہے تو اپنے سے بڑے بدکار کو اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں۔ اس میں انہیں کیا فائدہ ہوتا ہے؟ انہیں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی لوٹ مار کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں۔ جب ایک ڈاکو کو سلطنت نصیب ہو جاتی ہے تو ملک بھر کے ڈاکو جہاں جی چاہتا ہے قتل وخون کرتے ہیں جسے جی چاہتا ہے لوٹ لیتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کے ساتھ آج وطن عزیز میں یہی عالم ہے کہ کوئی سبزی لینے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، کوئی مزدوری کرنے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، عدالت میں پیشی بھگتنے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، پولیس کی حوالات میں ہوتا ہے قتل ہو جاتا ہے، جیل میں ہوتا ہے قتل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مسجد میں اللہ کے حضور سجدہ کرنے جاتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے۔ حیوانیت اس قدر مضبوط ہو گئی ہے کہ اس نے اب درندگی کا روپ دھار لیا ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ ہندو کشمیر میں ظلم کر رہا ہے، ہندو کو ظلم ہی کرنا چاہئے کہ وہ نور ایمان سے محروم ہے، روحانی اوصاف سے محروم ہے اور وہ صرف مادی مفادات کے لئے سوچتا ہے، کوئی مرے یا جیے، ہم یہ کہتے ہیں کہ مغرب کے کفار بڑا ظلم کر رہے ہیں، یہودی بڑا ظلم کر رہے ہیں فلسطین میں۔ دوسری کافر قومیں، بے دین روسی، ظلم کر رہے ہیں شیشان میں، بوسینا میں، بڑا ظلم ہوا، الجزائر میں بڑا ظلم ہوا لیکن یہ سارے ظلم وہ لوگ کر رہے ہیں جن سے عدل کی امید کی ہی نہیں جا سکتی۔

جن کے لئے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور اللہ نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے نبی ﷺ کے دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس لئے کہ **لیظھرہ علی الدین کلہ** ۔ کہ تمام ادیان باطلہ پر یہ غالب آئے اور دنیا سے ظلم کا خاتمہ ہو۔ اگر کوئی مجھ سے بیزار بھی رہتا ہے مجھ پر ایمان نہیں بھی لاتا تو جب تک دنیا میں ہے اسے اس کے انسانی حقوق ملتے رہیں، حساب لینے

حیوانیت اس قدر مضبوط ہوگئی ہے کہ اس نے اب درندگی کا روپ دھار لیا ہے

والا میں ہوں آخر اسے میرے پاس آنا ہے۔

اسے واپس میری بارگاہ میں آنا ہے اور میں اس کا حساب لوں گا۔ مخلوق اسے اس بنا پر ایذا نہ دے کہ جو جلا بخشی خانہ بدوشوں کو، عرب کے بدوؤں کو لیا اور شرف صحابیت سے سرفراز فرما دیا۔ دنیا کے بہترین ادیب، دنیا کے بہترین دانشور، دنیا کے بہترین قانون دان، دنیا کے بہترین جرنیل اور دنیا کے بہترین سپاہی وہی لوگ ثابت ہوئے جن کی ارواح نور محمد ﷺ سے منور ہو گئیں، جن کے قلوب نور مصطفوی ﷺ سے روشن ہو گئے اور جن کے مادی وجودوں پر روحانیت کا اور روحانی اوصاف کا غلبہ ہو گیا، جن کے دن گھوڑے کی پشت پر اور راتیں جائے نماز پر بسر ہو جاتیں تھیں۔ یہ تاریخ کا حصہ ہے کہ انہوں نے روئے زمین میں ایک ایسی ریاست بنائی جس کی نظیر نہ اس سے پہلے تھی اور نہ بعد میں قیامت تک ہوگی۔ ہسپانیہ سے چائنہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک ایک ریاست تھی اور ایسی عادلانہ ریاست تھی کہ جس میں کافر کو بھی عدل نصیب ہوتا تھا۔ دس ہزار بڑے بڑے شہر اور پینتیس ہزار نا قابل تسخیر قلعے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں فتح ہوئے۔ چھبیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا اور اس چھبیس لاکھ مربع میل میں کسی عورت کی کراہ سنائی نہیں دیتی، کسی بوڑھے کی آہ سنائی نہیں دیتی، کسی بچے کی آنکھ میں آنسو دکھائی نہیں دیتا، کوئی یہ کہتا سنائی نہیں دیتا کہ مسلمان سپاہ نے یا مسلمان فوج نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔

صرف فتح نہیں کیا بلکہ ان تک عدل اسلامی کو پہنچایا۔ آج ہم جو دعوے دار ہیں وراثت کے اور جو دعوے دار ہیں جانشینی کے اور جو دعوے دار ہیں اسلام کے اور جب ہم توقع کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم پر وہی برکات نازل ہونی چاہئیں جو صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر ہوئیں لیکن ہمارا کردار کیا ہے۔ آج ہم کردار کے آئینے میں کفار سے بدتر ہیں۔

فروخت کو اللہ نے جائز اور ربا کو حرام قرار دیا ہے پس جس شخص کو رب کی نصیحت ہوئی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا وہ تو اس کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن اگر کوئی دوبارہ یہ کام کرے تو ایسے ہی لوگ جہنم والے ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 276 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور یاد رکھو اللہ کسی نافرمان کافر کو پسند نہیں کرتا۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 278-280 ربا کے بارے میں آخری آیات ہیں جو حجۃ الوداع سے ذرا پہلے نازل ہوئیں اس میں تمام سابقہ سودی وعادی اور واجب الادا رقموں کو کالعدم کر دیا گیا۔ اس حکم کا مزید اعلان واشتہار رسول اللہ ﷺ نے اپنے شہرۂ آفاق خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا اور اس حکم پر سب سے پہلے عمل کرتے ہوئے اپنے چچا حضرت عباسؓ کے تمام سودی معاملات کالعدم قرار دے دیئے بلکہ غیر مسلموں کے ذمہ مسلمانوں کی جو رقمیں واجب الادا تھیں وہ بھی کالعدم کر دیں۔

سورۃ بقرہ کی آیت 278-280 مکمل اور واضح احکامات پر مشتمل ہے (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو تو جو ربا باقی رہ گیا ہے اس سے دستبردار ہو جاؤ لیکن اگر تم ایسا نہ کرو گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے لئے اعلان جنگ ہے ہاں اگر تم تائب ہو جاؤ تو تمہیں اپنے اصل سرمایہ لینے کا حق ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس وقت تک مہلت دو جب تک خوشحالی حاصل نہ ہو جائے اور اگر ایسے تنگ دست کو بطور صدقہ چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے بشرطیکہ تمہیں ان حقائق کا علم ہو۔

قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ نے احادیث میں بھی سود کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ حدیث رسول ہے (ترجمہ) سات تباہ و برباد کر ڈالنے والے امور سے بچو۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ وہ تباہ و برباد کر ڈالنے والے امور کون سے ہیں؟

اسلامی نظام معیشت کے قیام کے لئے صرف خلوص نیت درکار ھے

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔۔۔۔اور سود کھانا۔۔۔۔مسلم کی حدیث ہے (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے چار لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، سود کی دستاویز لکھنے والے پر، سود کے بارے میں گواہ بننے والے پر اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا (ترجمہ) گناہ کے لحاظ سے سود کے تہتر درجات ہیں ان میں سب سے کم درجہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کرے۔

بیان کردہ آیات و احادیث کے واضح اور سخت ترین احکامات کے بعد سودی نظام معیشت کی موجودہ دور کے دانشوروں کی تمام تاویلوں اور اعتراضات کے باوجود کسی بھی طور سودی نظام کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور جو مغرب زدہ دانشور اس بات کا پرچار کرتے ہیں کہ سود کے بغیر نظام معیشت چلانا ناممکن ہے ان کی خدمت میں صرف یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور قرآن حکیم و سنت رسول ﷺ قیامت تک انسانوں کے لئے راہنمائے ہدایت ہے اس لئے سود کی ممانعت کے واضح احکامات کی موجودگی میں اسلامی نظام معیشت کے قیام کے لئے صرف خلوص نیت درکار ہے اور اسی میں انسانیت کی فلاح و بہبود مضمر ہے کیونکہ اسلام ایک عادلانہ اور منصفانہ نظام پر مبنی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں باہمی اخوت اور ہمدردی ہو، اسلامی معاشرہ میں افراد کا باہمی تعلق اور لین دین، تعاون اور ہمدردی کا ہوتا ہے ان اقدار کی نشوونما اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے اسلام نے ظلم و استحصال کے تمام ممکنہ راستوں کو ایک ایک کر کے بند کیا ہے، سود بھی انہی میں سے ایک ہے، سود جو ذہنیت پیدا کرتا ہے وہ قدم قدم پر اسلام کی اقدار سے ٹکراتی ہے، سود ایسے ظالمانہ سلسلہ کی بنیاد رکھتا ہے جس میں ہر آنے والا دن ظلم کے اس سلسلہ کو پھیلاتا چلا جاتا ہے، ہر کاروبار ایک نئے سودی چکر کا آغاز کر دیتا ہے جو لوگوں کی امیدوں اور

دنیا کے خزانے مسلمان ممالک کے پاس ہیں' گرم بندرگاہیں ان کے پاس ہیں' زرخیز زمینیں مسلمانوں کے پاس ہیں' زیر زمین خزانے ان کے پاس ہیں' دنیا کے بہترین دریا ان کے پاس ہیں' دنیا کے بہترین پہاڑ مسلمانوں کے پاس ہیں' سونے کے خزانے مسلمانوں کے پاس ہیں' جواہرات کی کانیں مسلمانوں کے پاس ہیں' تیل کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں۔ دنیا میں جو رزق استعمال ہو رہا ہے' جو زندگی کا سبب ہے جو ریسورسز آف لائف جسے کہتے ہیں اس کا اسی فیصد مسلمان ملکوں کے پاس ہے۔

کیا پھر شکر ادا کرنے کا یہی انداز ہے کہ ہم کافرانہ نظام اپنائیں اور چھپن ریاستوں میں سے کوئی ایک ریاست ایسی پیش نہ کر سکیں جس پر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا نظام نافذ ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دشمنان اسلام اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ روئے زمین پر کہیں کوئی اسلامی ریاست نہ بن جائے۔ آج الاخوان کو جو لوگ مشورہ دیتے ہیں میں نے کالم نویس حضرات کے کالم بھی پڑھے دانشوروں کے بیانات بھی پڑھے کہ جی آپ الیکشن لڑیں آپ کے پاس بڑے مرید ہیں وہ سارے آپ کو ووٹ دیں گے آپ وزیر اعظم بن جائیں۔ یہ تجربہ کیا الجزائر میں ہو نہیں چکا۔ الجزائر کی تمام دینی جماعتوں کے سربراہان نے مل کر ایک پلیٹ فارم بنایا اور بارہ نکات پر انہوں نے اتحاد کیا۔ اور اس پر وہ الیکشن لڑے اس جمہوری انداز سے جسے امریکہ جمہوریت کہتا ہے' جسے برطانیہ جمہوریت کہتا ہے' جسے مغرب جمہوریت کہتا ہے' جسے مشرق جمہوریت کہتا ہے۔ اسی جمہوری انداز سے ایک ایک بندے سے انہوں نے ووٹ لیا اور اتنی سیٹیں جیت لیں کہ وزیر اعظم ان کا ہونا چاہئے تھا' کیا انہیں اقتدار دیا گیا۔ وہاں تو مارشل لاء لگ گیا اور امریکہ بہادر مارشل لاء کی حمایت میں ہو گیا۔

آج جب یہاں کہا جاتا ہے کہ جی آپ ساری دینی جماعتوں کو بھی اکٹھا کریں آپ کے اپنے لوگ بھی بڑے ہیں پھر آپ وزیر اعظم بن جائیں تو کیا یہاں دینی جماعتیں متحد ہو کر الیکشن جیت گئیں تو امریکہ بہادر ٹانگ نہیں اڑائے گا۔ اگر اس کی ضمانت ہمارے ان دانشوروں کے پاس ہے تو ہم یہ پاپڑ بھی بیل کے دیکھ لیتے ہیں لیکن اگر ان کے پاس کوئی علاج تھا تو الجزائر والوں کو وہ نسخہ کیوں نہیں بتاتے۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا ترجمہ ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ تو پھر الاخوان کا موقف تو یہ ہے کہ ہم نہ الیکشن میں آتے ہیں نہ ہم حکومت مانگتے ہیں' جن کے پاس حکومت ہے پاکستان کے آئین کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس ملک کا سربراہ مسلمان بھی ہو گا اور پاکستان کا شہری بھی ہو گا تو جب حکمران مسلمان ہیں تو ہم تو ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اسلام کا نفاذ کر دیں۔ ہمارے اقتدار میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا اللہ صرف ہمارا ہے اور حکمرانوں کا نہیں کیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف ہمارا ہے اور حکمرانوں کا نہیں۔ کیا قرآن کو صرف ہم نے ماننا ہے اور حکمرانوں نے نہیں ماننا ممکن ہے وہ ہم سے بھی اچھے مسلمان ہوں۔ یہاں ہر کوئی اپنے آپ کو متقی سمجھتا ہے' میں اپنے آپ کو متقی سمجھ بیٹھوں یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے مجھے علم سے نوازا ہے اور علم کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھا جائے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ پر امید اتنی ہے کہ کوئی مجھے یہ خبر سنائے کہ جنت میں صرف ایک بندہ جائے گا باقی سب جہنم میں جائیں گے تو مجھے امید ہے وہ ایک میں ہوں گا لیکن اگر کوئی یہ خبر سنائے کہ سارے بخشے جائیں گے اور ایک جہنمی ہے تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ ایک میں نہ ہوں۔ ایمان امید اور خوف یعنی بیم و رجا کے درمیان ہوتا ہے۔ دم واپسیں تک ہم خطرے میں ہیں' قبر میں سر رکھنے تک خطرہ ہے۔ آج کیا ہیں پتہ نہیں کل کیا ہو جائیں۔ اور کل کا کسے معلوم۔ سوپارسا اور نیک وہ ہے جو اپنی نیکی کو لے کر آخرت میں پہنچ گیا۔ اثنائے راہ میں دعوے نہیں کئے جا سکتے لہٰذا ہم نے بلاوجہ نہیں بڑا سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم حکومت کے دست و بازو بنیں گے اللہ حکومت کو توفیق دے کہ وہ اسلامی نظام اپنائے لیکن یہاں آ کر ایک اور سوال پیدا ہو جاتا ہے جب میں خود کہہ رہا ہوں کہ چھپن ممالک ہیں جہاں اسلامی حکومتیں ہیں اور اسلامی ممالک ہیں اور مسلمانوں کی حکومتیں ہیں تو ان چھپن ممالک میں تو کہیں بھی اسلام نافذ نہیں

اور کہیں بھی شور نہیں تو یہ پاکستان میں کیوں شور ہے اس بات کا دکھ مغرب کو تو ہے ہی ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان کو سب سے زیادہ ہے۔ اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ کوسنے دیتا ہے۔ سوکنوں کی طرح فوجی حکومت کو بھی اور میرا بھی نام لے لے کر کوسنے دیتا ہے کہ جی یہ کیا تماشہ ہے کہ اسی ایک ملک میں اسلام نافذ کیا جائے۔ بڑی سادہ سی بات ہے۔ دنیا میں جتنی حکومتیں ہیں ان میں پاکستان کی مثال نہیں ملتی پاکستان واحد ریاست ہے جو مدینہ منورہ کے بعد اسلام کے نام پر بنائی گئی۔ دنیا میں کوئی دوسری ریاست اسلام کے نام پر بنائی نہیں گئی۔ مدینہ منورہ پہلی ریاست تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے نام پر قائم کی اور تب سے لیکر اب تک فتوحات ہوتی رہیں' علاقے فتح ہو کر ریاست میں شامل ہوتے رہے' جغرافیائی سرحدیں بدلتی رہیں' ہندوستان بھی مسلمانوں کا مفتوحہ علاقہ تھا اور ایک ہزار سے زائد برس مسلمانوں نے اس برصغیر پر حکومت کی لیکن پاکستان مفتوحہ ریاست نہیں ہے پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آئی ہوئی مدینہ منورہ کے بعد دوسری اسلامی ریاست ہے۔ اس ریاست پر اسلام نافذ کیوں نہ کیا جائے۔ جب ریاست ہی اسلام کے نام پر وجود میں آئی بنگال میں جو لوگ مارے گئے' بہاری جنہوں نے قربانیاں دیں اور گزشتہ ترپن سالوں سے مہاجر کیمپوں میں بیٹھے ہیں اور ابھی کہتے ہیں ہم پاکستانی ہیں۔

مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا وہ پاکستانی ہیں اور وہاں مہاجر کیمپوں میں بیٹھے ہیں وہیں مرتے ہیں وہیں پیدا ہوتے ہیں' ذلت و خواری برداشت کر رہے ہیں لیکن کہتے ہیں ہم پاکستانی ہیں۔ پاکستان میں کوئی ان کا نام نہیں لیتا۔ جن ماؤں نے بیٹیاں بیٹے اور اپنے گھر لٹوائے آسان کام ہے کہ کسی کے سامنے اس کی بیٹیوں کی عصمت دری کی جائے' آسان کام ہے کہ ماؤں بہنوں کی چھاتیاں کٹتی دیکھی جائیں' آسان کام ہے کہ بچوں کو نیزوں پر اچھالا جائے۔ کون ہے ایسا جس نے پاکستان بنتے

ہم نے کہا تھا بی بی زنانہ اسلام ہی نافذ کر دو' ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے تمہارے ساتھ

دیکھا اور وہ ان حادثات کا گواہ نہیں ہے اسی لاہور میں جو ٹرینیں آتی تھیں ایسی ٹرینیں بھی آئیں کہ ایک ڈرائیور زندہ ہے باقی ساری ریل لاشوں سے کٹی پھٹی پڑی ہے اور اس پر لکھ کر لگا دیتے تھے ہندوستان کے مہاشے کہ اسے صاف کر کے دھو کر بھیج دو تا کہ اور تحفے بھیجے جائیں۔ یہ اتنے لوگ لاکھوں کی تعداد میں کیوں قتل ہوئے۔ انہیں یہاں آ کر جاگیریں ملنی تھیں؟۔ یہاں آ کر سونے کے گھر ملنے تھے؟۔ اپنے گھروں میں تکلیف تھی؟ کسی سیاسی جماعت کے لئے کسی نواز شریف کے لئے کسی بے نظیر کے لئے کسی سیاست دان کے لئے قربان ہوتے رہے؟ ہرگز نہیں! انہیں بتایا گیا تھا پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الہ الا اللہ۔ کیا یہ ساری قربانیاں فضول تھیں؟۔ یہاں جو قتل عام ہوا مسلمان زیادہ قتل ہوئے یہ الگ بات ہے لیکن پاکستان میں سکھوں اور ہندوؤں کا بھی قتل عام ہوا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے جب وہاں سے خبریں یہاں آئیں تو یہاں بھی لوگوں نے قتل عام کیا۔ ہمارے سامنے یہ نور پور کا گاؤں ہے میں نے اسے جلتے دیکھا' لوگوں کو قتل ہوتے دیکھا اور صبح میں جب گلیوں میں گھوما تو لاشوں کے ڈھیر تھے۔ گلیاں پٹی پڑی تھیں پورا شہر ہندوؤں اور سکھوں کا تھا اور چند نفوس زندہ بچ پائے تھے لوگوں نے ان کے گھر لوٹ لئے تھے جلا دیئے تھے اور لاشوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے گلیوں میں۔ وہ بھی انسان تھے وہ غیر مسلم سہی وہ ہندو سہی وہ سکھ سہی کافر سہی لیکن زندہ رہنے کا حق اللہ نے انہیں بھی دیا تھا۔ یہ فساد کیوں ہوئے۔ جب یہ طے ہو گیا تھا مسلمان ادھر چلے جائیں ہندو ادھر چلے جائیں اس قتل و غارت کی کیا ضرورت تھی۔ یہ درمیان میں ایک تیسرا طبقہ تھا جو یہ قتل و غارت کرانا چاہتا تھا۔ سب سے بڑا سبب اس کا خود انگریز تھا۔ باؤنڈری لائن ہی اس نے غیر منصفانہ بنائی' اموال کی تقسیم غیر منصفانہ کی۔ ہندو مسلم فساد شروع کرائے' وہ مسلمانوں کو نابود کر دینا چاہتا تھا' کشمیر کا مسئلہ جان بوجھ کر اس نے لٹکایا جو ابھی تک لٹک رہا ہے اور جس پر ابھی تک خون بہہ رہا ہے اور یہ سارا جو خون بہہ رہا ہے یہ ساری جو عزتیں لوٹ رہی ہیں' جو قتل و

غارت اب بھی ہو رہی ہے اس کا سبب بھی وہی تقسیم ہے جو اسلام کے نام پر پاکستان بنانے کا سبب بنی۔ پھر غداروں کی غداری وہ سول حکومت کی تھی یا فوجی جرنیلوں کی تھی۔ حمود الرحمٰن کمیشن اس پہ کچھ بتائے یا کوئی بات بھی نہ کرے لیکن ایک بات طے ہے کہ غداروں کی غداری کی وجہ سے مشرقی پاکستان الگ ہوا۔ اور غداری کی سب سے بڑی جو حرکت تھی وہ یہ تھی کہ 47ء سے 70ء تک اسلام نافذ نہیں ہونے دیا گیا۔ بنگالیوں نے بھی بڑی جانیں دی تھیں اسلام کے لئے۔ ہماری اور ان کی زبان مختلف تھی' ہمارا اور ان کا لباس مختلف تھا' ہماری اور ان کی غذا مختلف تھی' ہماری اور ان کی تہذیب مختلف تھی' ہمارا اور ان کا اشتراک تھا اسلام۔ ان کی ہماری اذان ایک تھی' ان کی ہماری نماز ایک تھی اور ایک ہے ان کا اور ہمارا حلال و حرام ایک تھا اور ایک ہے اور ایک رہے گا۔ بنگالی کیوں مل گئے پنجابیوں اور سندھیوں اور بلوچوں اور پٹھانوں کے ساتھ؟ اس لئے کہ بلوچ بعد میں ہیں اور مسلمان پہلے' سندھی بعد میں اور مسلمان پہلے' پٹھان بعد میں مسلمان پہلے' پنجاب بعد میں اور ہم مسلمان پہلے ہیں۔ وہ بھی بنگالی بعد میں اور مسلمان پہلے ہیں۔ لیکن جب 47ء سے لیکر 70ء 71ء تک ہر دن اسلام سے دور ہی ہوتا چلا گیا' سرکاری نظام اور وہی برطانوی کالونیل سسٹم رہا تو وہ الگ ہو گئے کہ اگر اسی میں رہنا ہے تو پھر آپ کے ساتھ رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ غداروں کی غداری کا بہت بڑا حربہ تھا۔ حمود الرحمٰن کمیشن اس پر بحث نہیں کرتا' اس کے بعد جو واقعات ہوئے وہ ان پر بحث کرتا ہے۔

حضرات گرامی! سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جو مطالبہ ہم کرتے ہیں نفاذ اسلام کا اس کا سب سے بڑا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ ملک حاصل ہی اسلام کے لئے کیا گیا۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ ہم نے گزشتہ پچپن برس میں مغرب پر اعتبار کر کے بھی دیکھا' تہذیب مغرب کو اپنا کر بھی دیکھا' مغرب کے نظام ہائے زندگی کو اپنا کر بھی دیکھا۔ آنے والا ہر دن ہمارے لئے اس طرح ثابت ہو رہا ہے جیسے کوئی دلدل میں دھنس رہا ہو۔ ہم لحہ بہ لحہ یہود کے جبڑے میں اور ہنود کے پیروں تلے دھنستے جا رہے ہیں۔

ہمارے پاس اس کا کوئی علاج بھی ہے۔

کچھ علاج اس کا اے چارہ گراں ہے کہ نہیں

اس کا ایک ہی علاج ہے کہ آج بھی ہم اللہ کے اور اللہ کے حبیب ﷺ کے دامن کو تھام لیں تو پھر دھنسنے کی باری ان کی ہوگی۔ ہمارے نیچے زمین پختہ ہو جائے گی۔ آج سب سے بڑا مسئلہ پاکستان کا معاشیات کا ہے۔ ہماری منارہ گاؤں کی بینک کی برانچ بند ہو گئی میں نے بنک کے ایک بڑے افسر سے بات کی۔ میں نے کہا بڑی اچھی برانچ ہے' بڑی دیر سے چل رہی ہے اور لوگوں کے بجلی کے بل اور دوسرے تیسرے کام بھی وہاں ہو رہے ہیں تو یہ لوگ یہ عورتیں' بچے ہیں کہاں کہاں بل اٹھا کر جائیں گے۔ اب نزدیک ترین یا دوسرا گاؤں پدھراڑ ہے یا چیل ہے یا ادھر نور پور ہے پانچ دس میل پر کون جائے گا؟ وہ کہنے لگا جی ہم تو بند نہ کرتے ورلڈ بینک نے کہا ہے بند کرو ہم مجبور ہیں۔ یعنی اب ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ہم اتنے غلام ہو گئے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے اپنے بینک اپنی جگہ نہیں چلا سکتے نہیں کھول سکتے۔ اس لئے کہ ہر بجٹ میں ہم ان سے ادھار لیتے ہیں مزید سود پر مزید سود پر مزید سود پر اور اتنا ہمارا بجٹ نہیں ہے جتنا سالانہ سود ہمیں انہیں دینا پڑتا ہے۔ ابھی اس سے کیسے جان چھوٹے۔ اسلام ہے ہی نجات کا راستہ۔

ہم نے جو تحریک شروع کی ہم نے حکومت کو پورا دو جمع دو چار کی طرح پورا میزان بنا کر دیا ہے اور خود حکومت کے وہ وزراء جواب بھی حکومت میں ہیں ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ جو وفاقی وزیر ہیں انہوں نے چیمبر آف کامرس پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ سات کھرب کم از کم زکوٰۃ اور عشر جمع ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہمارا بجٹ ساڑھے چھ کھرب ہے جس میں سے ساڑھے تین کھرب قرضے میں اور سود میں جاتا ہے اور تین کھرب سے پورا ملک چلایا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کی اگر باقاعدہ منسٹری بن جائے اور الاخوان نے اور ماہرین نے ہمارے الاخوان کے قانونی اور سیاسی ماہرین نے محنت کر کے منسٹر سے لیکر گاؤں کی حد تک سسٹم بنا کر حکومت کی میز پر رکھ دیا ہے کہ جناب آپ اس طرح سے الگ وزارت قائم کر دیں تو تمام زمینوں کا عشر تمام صاحب نصاب لوگوں کی زکوٰۃ جو اگر باقاعدگی

ے' یہ سارے اندازے ہیں اگر باقاعدگی سے جمع کی جائے تو دس کھرب تک ہو سکتی ہے اور زکوٰۃ ان سے لی جائے گی جن کے پاس دولت ہوگی' مفلس سے زکوٰۃ لی نہیں جاتی بلکہ مفلس کو دی جاتی ہے بنکوں سے سودی نظام ختم کر دیا جائے بنک کا اپنا تو کچھ نہیں ہوتا' سرمایہ تو عوام کا ہوتا ہے جنہیں چار فیصد پانچ فیصد بنک سود دیتا ہے اور وہ حرام ہے۔ انہیں پچیس فیصد منافع مل سکتا ہے جو حلال ہے۔ اور ہم نے زبانی بات نہیں کی ہم نے اپنا ذاتی بنک اپنے اعتماد پر چلا کر حکومت کے سامنے رکھا ہے۔ کہ یہ کتنے سالوں سے چل رہا ہے اور اس کا منافع چیک کیجئے کتنا آتا ہے۔ اگرچہ ہمیں بنک کی اجازت نہیں ہے ہم چیک بک ایشو نہیں کرتے پاس بک ایشو نہیں کر سکتے۔ جن لوگوں کو ہم پہ اعتماد ہے انہوں نے پیسے جمع کرا رکھے ہیں اعتماد پر' جو ضرورت ہوتی ہے لے لیتے ہیں جتنا پرافٹ ہوتا ہے انہیں مل جاتا ہے۔ اس سال جب مندے کا سال ہے تب بھی جو منافع تقسیم ہو رہا ہے وہ پچیس فیصد ہے دنیا کا کونسا بنک پچیس فیصد منافع دے رہا ہے۔

الاخوان کی ساری کوشش یہ ہے کہ سودی نظام ختم کیا جائے تو دو کام ہوں گے۔ منافع میں عوام حصے دار ہو جائیں گے اور ان کا حق ان کو ملے گا۔ سود کی لعنت ملک سے ختم ہوگی تو زمین بھی اپنے خزانے اگل دے گی اور باران رحمت کے دروازے آسمان سے بھی کھل جائیں گے' دنیا بھی سدھرے گی اور سود چھوڑ کر لوگوں میں دہشت گردی کی تمنا پیدا نہیں ہوگی' سجدے کرنے کی آرزو پیدا ہوگی اور حکومت لاکھ پابندیاں لگاتی رہے اسلحہ جمع کرتی رہے حرام کھا کر سود کھا کر لوگ دہشت گرد ہی بنیں گے پارسا نہیں بنیں گے۔ ایک تیر سے تین شکار ہوتے ہیں۔ عام آدمی خوش حال ہو جاتا ہے' دہشت گردی ختم ہو جاتی ہے اور زمین اور آسمان سے رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ تو اس دنیا کے ہیں اور جو اجر سود ختم کر کے اسلامی نظام رائج کرنے والی حکومت کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ملے گا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا' کوئی سوچ نہیں سکتا۔ سود کو تو اللہ نے حرام قرار دیا اور حرام کا ختم کرنا تو فرض ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ایسا زمانہ آئے گا جب میری سنتیں چھوٹ جائیں گی کسی بھی میری سنت کو جو چھوٹ چکی ہو کسی نے زندہ کر دیا تو اس اکیلے بندے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا دو سو شہیدوں کو ملے گا۔ یعنی ایک سنت زندہ کرنا جو مردہ ہو چکی ہو' جو چھوٹ چکی ہو' متروک ہو چکی ہو خواہ وہ مسواک کرنے کی ہی ہو تو ایک سنت کو زندہ کرنے کا۔ اس عہد میں جب سنت کا احترام ختم ہو گیا داڑھی رکھنے کی تو ایسی سنت ہے جو فرض کے قریب تر ہے۔ اس کو کہا سنت ہی جاتا ہے لیکن اس کی تاکید اتنی ہے جتنی فرائض کی ہوتی ہے اس لئے کہ جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے کسی نے داڑھی مونڈنے کا عمل نہیں کیا کہیں سے ثابت نہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا داڑھی رکھو' خود ساری عمر رکھی' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب نے' کسی نے داڑھی کٹوائی منڈوائی نہیں۔ یہ تو فرض کے قریب تر ہے۔

میٹرک پاس ناظم جسے ضلع لکھنا نہیں آتا' ضلع چلائے گا کیسے

حضور ﷺ فرماتے ہیں کوئی چھوٹی سی سنت۔ راستے سے پتھر ہٹا دیا اس لئے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے فرمایا اس زمانے میں جب لوگ راستوں میں پتھر پھینکتے ہیں ہٹانے والا دو سو شہید کا ثواب پائے گا۔

اب اگر حکومت یا کوئی اور کوشش کرنے والا سود ختم کر دیتا ہے تو اس کو آخرت میں کیا کچھ ملے گا ذرا اس کا اندازہ بھی کر لیں۔

حضرات گرامی ! امن قائم کرنے کا ذریعہ آرڈیننس نہیں ہیں امن قائم کرنے کا ذریعہ فوری انصاف ہے۔ انصاف جو بغیر لگی لپٹی کے ہو' انصاف جو بغیر رو اور رعایت کے ہو' انصاف جو بغیر تاخیر کے ہو۔ ایک انگریزی کا مقولہ بھی ہے۔

THE JUSTICE DELAYED IS JUSTICE DENIED.

کہ وہ انصاف جو بڑی دیر بعد ملے وہ نہ ملنے کے برابر ہوتا ہے۔ جیسے قتل آج ہوتا ہے بندہ بارہ پندرہ سال بعد جا کر سزائے موت ہوتا ہے' انصاف تو مل گیا لیکن وہ تو ظلم بن کر ملا اس لئے کہ بارہ سال مقدمہ لڑ کر زمینیں بک گئیں'

بچے آوارہ ہو گئے' خاندان اجڑ گیا' وہ بندہ بارہ سال جیل میں بیٹھا رہا' یہ کس جرم کی سزا ہے۔ اگر قتل کی سزا پھانسی ہے تو یہ ساری تباہی کس جرم کی سزا ہے یہ تو انصاف نہیں اس میں تو ظلم شامل ہو گیا۔ اس لئے انصاف وہی ہوتا ہے جو فوری ہو۔ بندے نے قتل کیا ہے' مجسٹریٹ آ کر انکوائری کرے اور فیصلہ سنا دے۔ ایک اپیلٹ کورٹ ہو اس میں اپیل جائے مہینے کے اندر اندر فیصلہ ہو جائے اور مہینہ ختم ہونے سے پہلے جہاں اس نے قتل کیا ہے وہیں اس کو بھی سولی پر لٹکا دیا جائے' تلوار سے گردن مار دی جائے' گولی سے اڑا دیا جائے پتہ ہو لوگوں کو کہ قتل کرنے پر گولی کھانا پڑے گی تب جا کر ظلم رکے گا۔

ولكم فى القصاص حيوة يـاولى الالباب قرآن حکیم فرماتا ہے کہ اے صاحب شعور لوگو! قصاص میں قوموں کی زندگی ہے۔ تمہارے لئے حیات ہے۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے میں نے مغرب کے اخبار پڑھے' مغرب کے کالم پڑھے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کے جو اخبار نویس اور یہاں مجھ سے انٹرویو لینے آئے ان کی تحریر بھی میں نے پڑھی تو انہوں نے مجھے بڑا ظالم اور جابر بنا کر لکھا او جی ملک تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں' حکومت سے لڑ جائیں گے جی' فوج کو اڑا کے رکھ دیں گے۔ حیرت ہوتی ہے۔ میری جو باتیں ان سے ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ہم تو کسی کافر پر بھی تشدد کے قائل نہیں ہیں اور فوج سے ہماری لڑائی کیسی جبکہ فوج ہم ہیں' ہمارے بیٹے ہیں' ہمارے بھائی ہیں' میرے اپنے خاندان کے میں نے گن کے رکھے ہوئے ہیں میری یاداشت میں سنتالیس بندے ایسے ہیں جو ان لڑائیوں میں مارے گئے ہیں ایک خاندان کے۔ ہمارے ہی بیٹے مشرقی پاکستان میں رہ گئے ان کی یہاں قبریں نہیں ہیں۔ ہمارے ہی بھائی بیٹے چچا 65ء اور 71ء میں بھی مارے گئے' اس فوج سے ہمیں لڑنا ہے کیسی عجیب بات ہے۔ آج جو وہاں ہیں ان میں بھی ہمارے بھتیجے بھانجے بیٹے بھائی ہیں۔ ہندوستان کو سمجھ آ گئی کہ یہ فوج سے لڑنا چاہتے ہیں' برطانیہ کو سمجھ آ گئی کہ یہ فوج سے لڑنا چاہتے ہیں' امریکہ کو سمجھ آ گئی یہ فوج سے لڑنا چاہتے ہیں' ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ قوم کی اور ملک کی بہتری چاہتے ہیں بلکہ وہ ہمیں ڈاکو اور لٹیرے بنا کر پیش کرتے ہیں اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے جو ایجنٹ اس زمین پر ہیں' جو ہندوستان سے پیسہ لے کر کھاتے ہیں وہ بھی ایجنٹ ہیں' جو مغرب سے امریکہ سے ڈالر لیتے ہیں وہ بھی ایجنٹ ہیں' جو سعودیہ سے فنڈز لیتے ہیں وہ بھی ایجنٹ ہیں' جو ایران سے پیسہ لیتے ہیں وہ بھی ایجنٹ ہیں اور جو عراق سے فنڈز لیتے ہیں وہ بھی ایجنٹ ہیں' اس لئے کہ جو بھی پیسے دیتا ہے وہ ساتھ کام کرنے کا حکم بھی دیتا ہے اور ہماری مسلمان حکومتیں بھی کسی نہ کسی مغربی ملک کی کاسہ لیس ہیں' فنڈز اس کو دیتی ہیں جس کو دینے کا مغرب حکم دیتا ہے' یہ مت بھولیئے۔ اور ہم مسلمان ممالک سے جو فنڈز لے کر یہاں بڑی اونچی مساجد بناتے ہیں نا ان فنڈز کی حیثیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بھی اصل نہیں دیتے جو سود ان کے ایسٹس پر امریکہ سے آتا ہے وہ دیتے ہیں۔ یہ بڑی تلخ حقیقتیں ہیں یہی لوگ غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے اب دیکھو۔

میں نے جنرل پرویز مشرف کا بیان پڑھا کہ جی اکرم اعوان مجھے کافر سمجھتا ہے۔ آخر وہ ملک کا سربراہ ہے میرے کسی بھلا چاہنے والے نے اسے یہ بات سمجھائی ہو گی تب اس کے منہ سے نکلی ہے۔ جب روز اول سے الاخوان کا تقاضا اس سے نہیں بے نظیر سے تھا اور بڑا تاریخی جملہ تھا کہ ہم نے کہا تھا بی بی زنانہ اسلام ہی نافذ کر دو' ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے تمہارے ساتھ۔ یعنی یہ ریکارڈ پر ہے جملہ کہ ہم نے اسے بھی کہا تھا کہ یہاں اسلام چاہیئے تم ہی یہ نمبر لے لو۔ نواز شریف سے کہا اس کے سامنے کہا اسے لکھ کر دیا' سٹیج پر اس کے سامنے بیان کیا اس کی قسمت' نہ کر سکا۔ موجودہ حکومت کو بھی جب سے حکومت آئی ہے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اس بات سے کوئی بحث نہیں ہے کہ آپ کیوں آئے اور آپ کب تک رہنا چاہتے ہیں اس کے لئے سیاست دان کافی ہیں آپ اگر آ ہی گئے ہیں تو خدا کے لئے وہ کام جو پچپن سال میں نہیں ہو سکا وہ کر دیجئے جس میں ملک کی نجات ہے' جس میں غریب کا بھلا ہے' جس میں آئندہ نسل کی تعلیم کا معاملہ ہے' جس میں عدل و انصاف کا معاملہ ہے آپ کر دیجئے' ہم آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں' جو خدمت کہو کریں گے

اور حکومت میں بھی حصہ دار نہیں بنتے۔ مزدوری کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں اور اس مزدوری پہ خوش ہیں۔ اس کے کھانے سے نہ بدہضمی ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ محنت کر کے کھانے سے اللہ کو سجدہ کرنے کی توفیق ارزاں رہتی ہے' گردن میں لوہے کی سلاخ نہیں بنتی کہ رب کے سامنے سر نہ جھک سکے۔ حرام کھانے سے گردن میں سیسہ پلا دیا جاتا ہے۔ اکڑ جاتے ہیں سر۔ ہمیں حکومت نہیں چاہئے ہمیں اقتدار نہیں چاہئے ہمیں تو اسلام چاہئے جو ہمارا حق ہے۔ اور ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے قربانیاں دی ہیں اور اللہ کی قسم ہمارے خاندان کی کتنی بیوائیں گزری ہیں جنہوں نے خاوند کی شہادت کے بعد شادی نہیں کی اور شوہروں کی یہاں قبر بھی نہیں تھی۔ ابھی تک ہمارے گھروں میں ان کی بیٹیوں نے اور ان کی بیواؤں نے اور اب ان کی اولادوں نے ان کی وردیاں سنبھالی ہوئی ہیں اور الماریوں میں لٹک رہی ہیں کہ ان کے پاس وہی یادگار رہ گئیں۔

ہماری حکومت کو مشورہ دینے والوں کا کمال یہ ہے کہ جس نے پوری حکومت کی مشینری ضلعی حکومتوں پہ لگا دی کہ اس نظام میں بھلا ہوگا۔ یہ ایک بات اگر حکومت ہمیں سمجھا سکتی' ہم بھی اس کے قائل ہو جاتے کہ ایس پی اور ایس ایس پی کے رینک کا بندہ' ڈپٹی کمشنر کے رینک کا بندہ' ایک میٹرک کے نیچے کام کس طرح کرے گا۔ میٹرک پاس ضلع چلائے گا کیسے؟ جسے ضلع لکھنا نہیں آتا جسے اگر کہا جائے کہ صرف اردو میں ضلع لکھ دو' آج کے میٹرک کو نہ خط لکھنا آتا ہے نہ خط پڑھنا آتا ہے' جو بندہ چٹھی اردو میں لکھ پڑھ نہیں سکتا وہ ضلع چلائے گا۔ اس نظام کے لئے حکومت کا سرمایہ بھی اور پیسہ بھی اور ساری ایفرٹس ساری آرمی بھی لگی ہوئی ہے کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ یہ ایفرٹس اسلام کے نفاذ پر لگا دی جاتی۔

جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو پھر ایجنسیاں جو غیر ملکی فنڈ زکھاتی ہیں' یہاں پتہ نہیں کتنے ایجنٹ ہیں' میں نے ایک دفعہ کوشش کی تھی تو دو سو سے زائد تو ایجنسیوں کی فہرست بنی تھی جو دوسرے ملکوں کے لئے کام کرتی ہیں اور باقاعدہ فنڈ زلیتی ہیں تو یہاں تو ایک ایک بندہ بھی ایجنسی ہے۔ لیکن ہماری کوشش پھر بھی یہ ہے کہ اللہ ہمارے حکمرانوں کو ہماری بات سمجھنے کی توفیق دے۔ یاد رکھو! جو بندہ دین کی طرف بلاتا ہے حقیقی دوست وہ ہوتا ہے وہ دشمن نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں کسی کے ساتھ سب سے بڑی وفا اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہ اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف بلا سکتا ہے۔

میں اگلے دن لاہور بیٹھا تھا ہر کسی کا حساب اللہ نے لینا ہے اور ہر کسی نے اپنے کردار کا حساب دینا ہے تو ایک بہت بڑے آرمی آفیسرز ریٹائرڈ میرے پاس دفتر میں آ کر بیٹھ گئے' کہنے لگے میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے ملا کرتا تھا اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ وہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ جس کے دل میں زندگی بھر یہ خیال نہیں آیا کہ میں بھی شہید ہو جاؤں وہ جہالت کی موت مرا۔ اس زمانے کی موت مرا جس میں میں مبعوث نہیں ہوا تھا۔ جہالت کہتے ہیں حضور ﷺ سے پہلے کے زمانے کو۔ عہد جہالت۔ تو وہ کہنے لگا یار میں بڑا تجزیہ کرتا تھا کہ ہم فوجی آفیسرز بھی ہیں' ہمارے زمانے میں جنگیں بھی ہوئیں' بھاگے بھی پھرے لیکن اندر دل کے اندر ایک بات ہوتی تھی کہ بچ جائیں تو بہتر ہے۔ یعنی سارے جہاد کے نعروں کے باوجود اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ میں مر جاؤں یہ بڑا مشکل کام تھا اور پھر میں دعا کیا کرتا تھا کہ اللہ معاف کر دے یہ ہمارے بس میں نہیں ہے تو وہ کہنے لگا۔ منارے کیمپ نے یہ آرزو پوری کر دی کہ دل میں یہ بات تو آ گئی کہ یا اللہ اب میری جان بھی جائے۔ اس نے کہا جی اور کچھ ہوا یا نہ ہوا ہماری یہ مشکل حل ہو گئی کہ وہاں جا کر یہ آرزو صدق دل سے پیدا ہوئی کہ میں دوسروں سے پہلے مارا جاؤں۔ یعنی حضور ﷺ کا یہ جو ارشاد تھا اس پر عمل آسان نہیں تھا اگر خلوص سے جب اندر ٹٹولتے تھے تو بات نہیں ملتی تھی باہر سے کہتے تھے شہید ہو جائیں گے یہ ہوگا لیکن اندر نہیں تھی۔ اندر اس کیمپ میں آ کر پیدا ہوئی۔ اگر ایک ایک بندے کو یہ حاضری اتنی اتنی نعمتیں دے گئی ہے۔ اب یہاں کے حالات لکھے جائیں اور شاید کبھی کوئی مورخ لکھے گا کہ سخت جاڑے میں ان چوٹیوں پر رات کو کھڑے پہرے داروں کو سردی نہیں لگتی تھی؟۔ جنگل میں سات جگہ لنگر بنے ہوئے تھے اور روزانہ گوشت بھی پکتا تھا کوئی گیدڑ

کوئی کتا کیمپ میں داخل نہیں ہوتا تھا ہڈی اٹھانے کے لئے۔ کسی کو ملیریا نہیں ہوا کوئی کسی کو صحت کی خرابی نہیں ہوئی جو بیمار آئے وہ صحت مند ہو گئے کوئی یہ باتیں یکجا کرے گا لکھے گا یہ کیوں ہوا؟ اس میں نہ کوئی میری کرامت تھی نہ کسی اور کی بزرگی۔ کرامت اس خلوص کی تھی جو نفاذ اسلام کے لئے تھا۔ اور اگر حکومت تہیہ کر لے کہ ہم اسلام نافذ کریں گے تو کتنی برکات ہوں۔ کیا پورے ملک پر سے مصیبتیں ختم نہ ہو جائیں میں پوری دیانت داری سے عرض کر رہا ہوں میرے سامنے قرآن کریم کھلا ہے اور میں منبر پر بیٹھا ہوں مجھے ابھی تک بھی پتہ نہیں ہے کہ اتنے آدمیوں کا راشن کیسے پورا کر لیا' اتنے اخراجات کے لئے پیسے کہاں سے آ گئے اور ہم نے کیسے پورے کر لئے کہ ہر بندے کو چائے بھی ملتی ہے افطاری یہاں گھر سے زیادہ بہتر ہوتی ہے' فروٹ بھی ہے' پکوڑے بنے ہوئے ہیں' گوشت پکے ہوئے ہیں' کھانے بھی طرح طرح کے ہیں مٹھائیاں بھی ہیں' ہر چیز بھی مل رہی ہے کسی کو کوئی کمی بھی نہیں' پتہ نہیں پیسے کہاں سے آ رہے ہیں' وہ دینے والا ہی جانے۔ میرے پاس کسی کی کوئی فہرست نہیں ہے کہ کس نے دیئے اور الحمد للہ اللہ کے علاوہ کسی سے مانگے بھی نہیں ہیں نہ آج تک اور نہ آئندہ انشاء اللہ۔ کوئی چندہ نہیں ہوا' کسی نے قربانی کی کھالیں نہیں مانگیں' کسی نے کسی سے زکوٰۃ صدقات نہیں مانگے' کوئی کاپی نہیں چھاپی گئی۔ اس نے دیئے جس نے جنگلی جانوروں کو کیمپ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ یہ زمین سانپوں کا مسکن ہے اور اتنے زہریلے سانپ ہیں اس علاقے کے کہ کاٹ جائیں تو پانی پینے کی فرصت نہیں ملتی۔ کیمپ میں تو کوئی سانپ بھی نہیں آیا۔ اگر تھا بھی تو کوئی زیر زمین ہی رہا۔ باہر کسی نے جھانک کے نہیں دیکھا۔ کون تھا جس نے انہیں روک دیا کون تھا جس نے جنگلی جانوروں کو بھی ہڈیاں چننے سے روک دیا کون تھا جس نے آوارہ کتوں کو بھی کیمپ میں نہیں آنے دیا۔ اگر اللہ کے لئے ایک کیمپ لگا تو اتنی برکات تھیں یار یہ ملک اللہ کے لئے کر دو تو کیا نہیں ہوگا۔ میرا ایمان ہے کہ اگر ہمارے حکمران آج خلوص نیت سے ارادہ کر لیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے آج سے مشکلات کا خاتمہ اور برکات کا آغاز شروع ہو جائیگا۔

اور میری حکمرانوں سے اور حکومت سے بھی درخواست ہے کہ میں کبھی کسی آدمی کے خلاف نہیں سوچتا۔ میں کبھی کسی کو دکھ پہنچانے کی کوشش نہیں کرتا اس لئے کہ میری گزشتہ پچاس سالہ تربیت ہی اسی انداز میں ہوئی ہے کہ اللہ کی مخلوق کو پہنچا سکو تو بہتری پہنچاؤ اور کسی کی بہتری نہ کر سکو تو خاموش رہو نقصان نہ کرو۔ صوفی آبادیاں کرنے کیلئے ہوتا ہے بربادیاں نہیں۔ یہ جس ویرانے میں آپ بیٹھے ہیں جہاں اتنے بڑے ادارے اور اتنی بڑی مسجد اور ہزاروں لوگ اور پوری دنیا سے لوگ سجدہ کرنے آتے ہیں یہاں اللہ کی بارگاہ میں' یہ ویرانہ تھا۔ اللہ کے ایک بندے نے یہاں ڈیرہ لگایا اور ہمیں یہ شہروں سے زیادہ آباد کر کے دے گیا۔ صوفی تو ویرانے کو بھی آباد کرتے ہیں' آبادیوں کو اجاڑنا تو الوؤں کا کام ہے صوفیوں کا نہیں۔ آبادیوں کو ویران کرنا الوؤں کا کام ہے اللہ کے بندوں کا نہیں۔ صوفی کی شناخت بھی یہ ہوتی ہے کہ وہ جنگل میں بھی بیٹھ جائے تو شہر بن جاتا ہے۔ آبادی ہوتی ہے محبتیں بڑھتی ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبتیں بانٹیں۔

كنتم اعداء فالف بين قلوبكم

تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبتوں سے بھر دیئے۔ آشنا کر دیا۔ صوفی خادم ہوتا ہے بارگاہ نبوی ﷺ کا اور محبتوں کا امین ہوتا ہے اور محبتیں تقسیم کرتا ہے۔ اور میری گزارش ہے حکمرانوں سے کہ یہ ایجنسیوں کی اور خلاف اسلام کام کرنے والے ایجنٹوں کی باتوں پہ کان نہ دھرا جائے میں نے پہلے بھی ایجنسیوں سے کہا ہے کہ یار میری کیسٹ لے جاؤ اور وہاں دو یہ نہیں کرتے یہ تکلف۔ اپنی مرضی سے لکھتے ہیں۔ لیکن اللہ سب کو دیکھ رہا ہے اور وہ سب کا مالک ہے۔ اگر مخلوق کی توبہ اس نے قبول کر لی۔ تو ہمیں بھی اسلام سے نوازے گا۔ اگر ہمارے گناہ معاف نہ کئے کسی آنے والی نسل پر رحم فرمائے گا لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں یہ میرا ایمان ہے کہ اس ملک پر اسلام نافذ ہوگا۔ انشاء اللہ اور اس کے ساتھ میں دعا یہ کیا کرتا ہوں کہ اللہ میری زندگی میں وہ ہمیں بھی دیکھنا نصیب ہو موجودہ حکومت اگر اس سعادت سے سرفراز ہو جائے تو ہم اس کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔

اسلامی فلاحی مملکت

الحمد للہ اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں ایک دن میں مسل کر رکھ دیتے۔ ان کے پاس بڑی طاقت تو فوج ہے اور فوج کون ہے؟ ہم فوج ہیں' ہمارے بیٹے فوج ہیں' ہمارے بھائی فوج ہیں۔ فوج بھی ہم ہی ہیں۔ اور میں نے ان سے کہا تھا آپ کسی یونٹ کو ہم پر گولی چلانے کے لئے بھیجیں انشاء اللہ ان کی بندوقوں کا رخ تمہاری طرف ہو جائے گا۔ ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا سوائے اللہ کی کتاب کے اور ایک تسبیح کے اس لئے کہ وہی سپاہی ہمارے سپاہی ہیں جن کو حکومت اپنا سمجھتی ہے اور ان کے پاس اسلحہ ہے' ہمیں اسلحہ کی ضرورت ہی نہیں

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 2-2-2001

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاخوان کی جدوجہد الحمد للہ پورے خلوص کے ساتھ اور پوری دیانت داری کے ساتھ صرف اور صرف نفاذ اسلام کے لئے ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا عام آدمی اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ اسلام اسے کیا دیتا ہے۔

اسلام کے دو جزو ہیں' ایمان اور عقیدہ۔ جو فرد کا رشتہ اپنے خالق مالک اور رب العالمین سے جوڑتا ہے۔ اس رشتے میں کسی حکومت' کسی نظام' کسی طاقت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس سلسلے کے لئے اہل علم کی وہ مخلص جماعت چاہیئے جو اس کی تبلیغ کرے اور تبلیغ کا معنی ہوتا ہے بات اگلے تک بڑے پیار سے' بڑے خلوص سے اس کی بھلائی چاہتے ہوئے پہنچا دینا۔ انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام بھی تبلیغ کے مکلف ہوتے ہیں' منوانے کے نہیں۔ لہذا کوئی عالم کوئی ادارہ یا کوئی حکومت زبردستی منوانے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو وہ بھی اللہ کا بندہ ہے اور اس کے انسانی حقوق ہیں۔

اسلام کا دوسرا حصہ بندوں کا بندوں کے ساتھ تعلق پر مبنی ہے۔ جس میں دوستی دشمنی' خرید و فروخت' رشتے ناطے' سیاست حکومت' جزا وسزا' عدلیہ' تعلیم و تعلم اور رفاہ عامہ یہ ساری چیزیں آجاتی ہیں۔ ایک بات یاد رکھ لیجئے' یہ جو پہلا حصہ ہے اسلام کا' اگر کسی کو نصیب ہو گیا الحمد للہ لیکن اس کے بعد اس میں کچھ قصور رہا' عبادات میں کوئی خلل آیا' خلوص میں کوئی فرق آیا تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ میرا اور میرے بندے کا معاملہ ہے۔ میں چاہوں تو سزا دوں اور چاہوں تو اسے بخش دوں۔ جو دوسرا حصہ ہے وہ اتنا اہم ہے جس کا تعلق بندوں کا بندوں کے ساتھ ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں جو کسی بندے کا خطا کار ہو گا اسے معاف کرنے کا حق بھی اس بندے کو ہو گا۔ اگر وہ معاف نہیں کرے گا تو میں بھی معاف نہیں کروں گا۔ روز حشر جرم کرنے والے کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی جس کے ساتھ اس نے زیادتی کی ہوگی اور اگر اس سے بھی حساب پورا نہ ہوا تو پھر جس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اس کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے جس نے زیادتی کی ہے۔ یہ دوسرا حصہ اتنا مشکل ہے کہ میدان حشر میں جھگڑا اس پر پڑے گا۔ الاخوان یہ چاہتی ہے کہ الحمد للہ پہلا حصہ جو ہے اس پر پاکستان کے سارے مسلمان کاربند ہیں۔ کوئی زیادہ کوئی کم' انسان نہ تو فرشتہ ہے اور نہ ہی شیطان ہے' اس سے خطا بھی ہوتی ہے اور وہ نیکی بھی کرتا ہے اور جسے اللہ توفیق دے اسے خطا سے بچا لیتا ہے۔ جنہیں ہم ولی اللہ سمجھتے ہیں ان کی کوالٹی یا کمال یہ ہوتا ہے کہ اللہ انہیں گناہوں سے محفوظ کر لیتا ہے' ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ انبیاء علیھم السلام معصوم ہوتے ہیں' ان سے گناہ کا صدور ممکن نہیں۔ ولی اللہ معصوم نہیں ہوتا۔ لیکن محفوظ ہوتا ہے اسے حفاظت الہیہ حاصل ہوتی ہے اور وہ گناہ سے بچتا ہے۔

تو ہم جس اسلام کا مطالبہ حکومت سے کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم پر اللہ کی طرف سے زکوۃ فرض ہے' زمین کی پیداوار سے عشر فرض ہے لہذا حکومت پورے ملک سے تمام مسلمانوں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے ان کے سرمایہ سے زکوۃ وصول کرے۔ جانوروں میں اونٹوں پر زکوۃ ہے'

گائے بھینس پر زکوٰۃ ہے، بھیڑ بکریوں پر زکوٰۃ ہے سالانہ۔ سب کی الگ الگ شرح ہے اس کے مطابق وصول کی جائے، زمین کی پیداوار پر عشر ہے اس کے مطابق وصول کیا جائے اور جس طرح وفاقی محتسب کا ایک ادارہ ایک سیکرٹریٹ اور اس کے صوبائی محتسب ہیں اسی طرح زکوٰۃ کے عاملین کا ایک ادارہ بنایا جائے۔ عشر اور زکوٰۃ کی الگ وزارت بنائی جائے جس کا اپنا سیکرٹریٹ ہو، اس کے صوبائی دفاتر ہوں، اس کے ڈویژنل دفاتر ہوں، اس کے ضلعی دفاتر ہوں، اس کے تحصیل کے دفاتر ہوں اور وہ اندازہ کر کے پیداوار میں سے عشر لے اور مال میں سے زکوٰۃ جمع کریں۔

ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ جو وفاقی وزیر ہیں پشاور تاجروں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر باقاعدہ عشر اور زکوٰۃ لی جائے تو یہ سات کھرب روپے بنتے ہیں یہ وفاقی وزیر کی بات ہے۔ آپ ہماری بات کو چھوڑ دیں جو ہم نے ایسس ASSESS کیا ہے یا تجزیہ کیا ہے اسے چھوڑ دیں۔ وفاقی وزیر جواب موجود ہے پرویز مشرف صاحب کی کابینہ میں ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ، یہ ان کا ارشاد ہے کہ سات کھرب روپے زکوٰۃ بنتی ہے۔ زکوٰۃ کے اگر سات کھرب روپے سالانہ جمع ہوں تو زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے کہ مقروض کی گردن قرض خواہ سے چھڑائی جائے۔ جب چودہ کروڑ پاکستانی مقروض ہیں یہودیوں کے تو کیا یہ زکوٰۃ کا بہترین مصرف نہیں ہے کہ قرض ادا کیا جائے۔

یہ سات کھرب روپیہ وہ ہے جو مسلمانوں پر زکوٰۃ ہے۔ اب جو غیر مسلم آبادی ہے انہیں بھی اڑھائی فیصد رفاہی ٹیکس دینا چاہئے چونکہ ان پر جزیہ ہے۔ اور وہ اسی لئے ہوتا ہے کہ وہ ملک میں رہتے ہیں تو ملک کی تعمیر کے لئے ملک کی ضروریات کے لئے وہ جزیہ دیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے ان سے اڑھائی فیصد ویلفیئر ٹیکس لیا جائے تو یہ دس کھرب بن جاتی ہے مسلمانوں کی زکوٰۃ اور غیر مسلموں کا ویلفیئر ٹیکس ملا کر دس کھرب بن جاتے ہیں۔ ہمارا ملکی بجٹ تین کھرب روپے ہے اور ساڑھے تین کھرب روپے ہم غیر ملکی قرضوں میں سود وغیرہ کی شکل میں ادا کرتے ہیں۔ اگر ساڑھے تین کھرب آپ قرض ادا کرتے ہیں، تین کھرب سے آپ ملک چلاتے ہیں تو ساڑھے چھ کھرب ہو گئے پھر بھی ساڑھے تین کھرب روپیہ آپ کے پاس بچ جاتا ہے جو رفاہی کاموں پہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ملک میں جتنے دینی ادارے اور جتنے دینی مدارس ہیں ان کے اساتذہ کو بھی وہ تنخواہیں دی جائیں جو سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کو دی جاتی ہیں۔ ملک میں جتنے دینی ادارے ہیں ان کے بچوں کو بھیک مانگ کر روٹی کھانے کی بجائے ان کی میسنگ کا خرچ گورنمنٹ اس پیسے میں سے دے۔ تعلیمی اداروں کی مرمت اور ان کی مزید تعمیر اگر ضرورت پیش آئے تو اس کا خرچ اس ساڑھے تین کھرب میں سے دیا جائے۔

ملک میں جتنے بے روزگار نوجوان ہوں انہیں بے روزگاری الاؤنس دیا جائے، جب تک انہیں کوئی ملازمت نہیں ملتی۔ ملک میں جتنی بیوہ عورتیں ہوں ان کی پنشن مقرر کی جائے اور ملک کا جو شہری ساٹھ سال سے متجاوز ہو جائے اس فنڈ میں سے اس کی پنشن مقرر کی جائے اور یہ کام کافر ملکوں میں ہو رہا ہے۔

میرے پاس سویڈن کا ایک نومسلم آیا بہت اچھا آدمی تھا وہ۔ وہ ہر سال آتا تھا ایک سال وہ واپس چلا گیا تو اس کی پنشن کے کاغذات یہاں آ گئے اور اس کے ساتھ چیک بھی تھا کہ اتنے پیسے تم پاکستانی بنک سے لے سکتے ہو تو میں بڑا حیران ہوا کہ اس شخص نے تو کبھی ملازمت نہیں کی میں جانتا تھا اس کی ساری زندگی کو۔ وہ موٹر مکینک تھا وہ ساری زندگی اپنی ورکشاپ بنا کر موٹریں ٹھیک کرتا رہا یا پرانی موٹر خرید کر اسے ٹھیک کر کے بیچ دیا یہ اس کا پیشہ تھا پنشن کہاں سے آ گئی۔ یہ کاغذات تو میں نے اسے ڈاک کے ذریعے سویڈن بھیج دیئے اگلے سال جب وہ آیا تو میں نے پوچھا بھئی تمہاری پنشن کیسے بن گئی؟ اس نے کہا جی! ہمارے ملک کا جو شہری ساٹھ سال سے اوپر ہو جائے اسے پنشن ملتی ہے۔

یعنی کافر ملکوں میں یہ ویلفیئر ہے کہ زچہ بچہ کا علاج اور بچے کی خوراک مفت دی جائے، سکولوں کو ایک سطح پر لایا جائے کہ ایک خاص طبقے کے لئے تو آپ نے ایچی سن کالج بنا دیئے یا برن ہال سکول بنا دیا اور غریب کے لئے نہ کوئی پڑھائی کا انتظام ہے نہ کوئی سکول ہے تمام سکولوں کو اوپر والوں کو نیچے کر کے نیچے والوں کو

اوپر کر کے ایک معیاری طریقہ تعلیم رائج کیا جائے جس میں جو بچہ قابل ہو وہ کسی وزیر کا ہو یا فقیر کا ہو اگر وہ قابل ہے تو وہ اپنی قابلیت سے اپنا مقام اور مرتبہ پالے۔ تمام ممالک میں ایک نصاب رائج کیا جائے جس کی بنیاد عقائد اور نظریے پر ہو جس طرح ہم سائنس پڑھاتے ہیں' تاریخ پڑھاتے ہیں' حساب پڑھاتے ہیں' اردو پڑھاتے ہیں' انگریزی پڑھاتے ہیں' فارسی پڑھاتے ہیں اسی طرح عربی کو لازمی قرار دیا جائے اور دین پڑھایا جائے۔ جو بچہ انگریزی پڑھ لیتا ہے انگریزی کے سارے ناول اور افسانے پڑھتا ہے جو اردو پڑھ لیتا ہے اردو کے ادیب اور شعراء سارے پڑھتا ہے جسے عربی پڑھنے آئے گی وہ اللہ کی کتاب بھی پڑھے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی پڑھے گا۔

یہ وہ نفاذ اسلام ہے جس کے لئے الاخوان محنت کر رہی ہے۔ یہ وہ نفاذ اسلام ہے جس کے لئے الاخوان کے جانبازوں نے اپنی جانیں پیش کر دیں۔ اس کا مطالبہ ہم کر رہے ہیں۔ ملک میں جو جاگیریں انگریز نے دی تھیں وہ ان لوگوں کو دی گئی تھیں جو ملک کے غدار اور انگریز کے وفادار تھے' وہ واپس لی جائیں۔ ایک اندازے کے مطابق صرف ملتان ڈویژن میں تین لاکھ مربع اراضی ہے۔ اگر یہ تین لاکھ مربع اراضی واپس لے کر بے روزگار نوجوانوں کو آدھا آدھا مربع زمین دے کر کاشتکاری پر لگا دیا جائے تو چھ لاکھ جوان چھ لاکھ خاندان سیٹل ہو جاتے ہیں۔ ایک خاندان میں اگر دس بندے ہوں تو چھ کروڑ کا گزارا ہو جاتا ہے۔ یہ اسلام کا وہ شعبہ ہے جس کا مطالبہ ہم کر رہے ہیں۔

"ہزاروں لوگ زکام سے مرجاتے ہیں" میں نے جب یہ بات کی تو میرے پاس ایک ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے تھے وہ بولے تو نہیں لیکن ان کا دل نہیں مانا کہ زکام سے لوگ کیسے مرجاتے ہیں۔ ہمارا میڈیکل مشن جارہا تھا شمالی علاقہ جات کو' چترال سے لیکر گلگت تک درمیانی سارے علاقے میں اسے دورہ کرنا تھا۔ ہم نے دواؤں کی پیٹیاں اور ایک گاڑی خرید کر

ہم اس اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں جو روزی کے وسائل امیر اور غریب کو یکساں مہیا کرے

دی اور ڈاکٹر صاحب جو حیران تھے اسے ان کا انچارج بنایا تو اس علاقے کا انہوں نے دورہ کیا اور واپس آئے تو مجھے کہنے لگے' مجھے وہاں جا کر آپ کی بات کی سمجھ آئی کہ ایک آدمی کو زکام ہوتا ہے' کوئی علاج نہیں' وہ زکام سے نمونیہ بنتا ہے اور نمونیے سے بندہ مرجاتا ہے' گویا زکام ہی سے مرگیا نا۔ اگر اسے زکام کا علاج مل جاتا تو وہ بڑھ کر نمونیہ تک نہ جاتا اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے پاس ایسی جوان بچیاں اور خواتین آئیں جنہیں چیک کرنے کے لئے دس دس بارہ بارہ کپڑے اٹھانا پڑتے تھے کہ جی یہاں ٹونٹی لگانی ہے ایک اٹھایا دوسرا تو میں نے سوچا انہوں نے بارہ بارہ کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں' پتہ یہ چلا کہ ایک یہاں سے پھٹا ہوا ہے دوسرا یہاں سے پھٹا ہوا ہے تیسرا یہاں سے دس بارہ کپڑے مل کر پورے وجود کو ڈھانپ سکتے ہیں۔ ان بارہ میں کوئی ایک ایسا نہیں تھا کہ اسے پہن کر وجود ڈھانپا جا سکے کیا یہ لوگ انسان نہیں ہیں' کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں' کیا یہ لوگ اس ملک کے شہری نہیں ہیں؟

جب مشرقی پاکستان الگ ہوا اور بنگلہ دیش بنا تو بہاری مسلمان جتنے وہاں تھے انہوں نے بنگلہ دیش قبول نہیں کیا انہوں نے کہا ہم پاکستانی ہیں اور ہمیں پاکستان بھیج دو۔ 71ء سے لیکر 2001ء آ گیا تیس برس بیت گئے اور قیدیوں کی طرح بنگال میں کیمپوں میں ہیں اور انہیں جیل کی طرح غذا ملتی ہے۔ پاکستان میں کسی حکومت نے ان کو قبول نہیں کیا۔ کیا وہ مسلمان نہیں ہیں' اور کیا وہ انسان نہیں ہیں' ہم سے اچھے پاکستانی ہیں۔ تیس برس میں ایک نسل ختم ہو جاتی ہے' ایک صدی میں تین نسلیں گزر جاتی ہیں۔ ایک نسل ختم ہو گئی لیکن دوسری نسل بدستور بنگالی بننے' بنگلہ دیشی بننے کی بجائے پاکستانی بننے کو ترجیح دے کر وہاں کیمپوں میں پڑی ہے۔ بیمار ہوتے ہیں بغیر علاج مر جاتے ہیں' تعلیم کا کوئی انتظام نہیں' کھانا پینا قیدی کی طرح ملتا ہے' کسی کو علم ہے پاکستان میں یا کسی کے کان پر جوں رینگتی ہے؟

ہم اس اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں جو روزی کے وسائل امیر اور غریب کو یکساں مہیا کرے۔ کافروں نے یہ چیزیں اسلام سے

اپنائیں۔ امریکہ دنیا کی سپر طاقت ہے اور ہم ہمیشہ امریکہ کو یا گالیاں دیتے رہتے ہیں یا بددعائیں دیتے رہتے ہیں لیکن امریکہ جا کر دیکھو جو سہولتیں امریکی صدر کے گھر میں ہیں وہ سہولت ایک عام امریکی کے گھر میں موجود ہیں۔ میں امریکہ میں تھا' امریکی صدر کا سرکاری گھر جسے وائٹ ہاؤس کہتے ہیں اس کو وہ دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھتے ہیں۔ ایک حصہ پبلک کے لئے کھول دیتے ہیں کہ عام آدمی دیکھ لے کہ یہاں فرنیچر کیسا ہے' قالین کیسے ہیں' بجلی اور گیس کا کیا انتظام ہے۔ کیا سہولتیں ہیں' برتن کیسے ہیں' میز کرسیاں کیسی ہیں اور آدھے حصے میں امریکہ کا صدر رہتا ہے۔ پندرہ دن بعد وہ اس آدھے میں آجاتا ہے دوسرا آدھا کھول دیا جاتا ہے۔ جن عام گھروں میں ہم رہتے ہیں' جو فرنیچر وہاں تھا جو قالین وہاں تھے جس طرح بجلی گیس اور ٹیلی فون وہاں تھا' وہی کچھ صدارتی محل میں بھی تھا۔

یہاں ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے وزیراعظم کا نیا دفتر بنوایا پورا سیکرٹریٹ بنا جس میں جنرل ضیاء الحق نے بھی مارشل لاء کا دفتر رکھا۔ پھر اس کے بعد مشورہ ہوا نہیں جی اسلام آباد میں ہونا چاہئے وہ وہیں کھڑا رہا اسلام آباد میں پھر دوسرا بنا جس میں سے اب نواز شریف صاحب رخصت ہوئے اور اب پرویز مشرف صاحب نے دفتر بنا رکھا ہے اب یہ دوسرا شاندار نہیں ہے۔ جی' پھر اربوں روپے لگا کر تیسرا بنا جو مین روڈ پر ہے۔ اور جو انگریزی اور مغلیہ طرز تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے جس میں کروڑوں روپے کے قیمتی پتھر صرف دیواروں میں لگے ہوئے ہیں۔ کیا ایسا گھر ہر پاکستانی کو میسر ہے۔

میرا ایک عزیز امریکہ میں رہتا ہے اور اس نے شادی بھی وہاں کر رکھی ہے' ایک دفعہ وہ پاکستان آیا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی لڑکی یہاں سے لے جاؤں جو میرے بچوں کے ساتھ اردو میں بات کرے جسے انگریزی نہ آتی ہو تاکہ وہ امریکن ہی نہ ہو جائیں کچھ اردو اور پاکستان کے بارے بھی پتہ ہو۔ وہ یہاں سے ایک بچی لے گیا جو ہمارے ہاں ملازمہ کی بیٹی تھی۔ وہ تو

ہم وہ اسلام چاہتے ہیں جس میں چیف ایگزیکٹو اور صدر مملکت سے لے کر چیف جسٹس اور وزیراعظم سب کی جواب طلبی ایک عام آدمی کی طرح کی جا سکے

وہاں کا شہری ہے اور اس نے حکومت کو ایک درخواست دی کہ میں ملازمہ لایا ہوں تو اسے بھی یہاں کی شہریت دی جائے۔ اب اس میں انہوں نے جب کوائف لکھے اس کی عمر اتنے سال ہے تو پولیس آگئی۔ انہوں نے کہا جی شہریت تو ہم نے اس کو دے دی لیکن یہ عمر تو اس کی سکول پڑھنے کی ہے۔ لہٰذا اسے سکول جانا ہوگا۔ آپ کے بچے نہیں کھلائے گی یہ باقاعدہ سکول جائے گی۔ سکولوں کا انتظام یہ ہے کہ ہر گھر سے سکول کی بسیں بچے لے لیتی ہیں۔ کوئی ماں باپ کتاب نہیں خریدتا' کتابیں کاپیاں سکول والے دیتے ہیں۔ سکول میں دوپہر کے کھانے کا وقت ہو جائے تو بچوں کو کھانا دیتے ہیں اور جب چھٹی ہوتی ہے تو پھر ہوم ورک وہیں سکول میں کراتے ہیں وہ کرانے کے بعد کتابیں کاپیاں رکھ کر ' گاڑیاں بچوں کو گھر چھوڑنے آجاتی ہیں۔ ہم نفرت تو کرتے ہیں ان سے اور انہیں کافر تو کہتے ہیں لیکن وہ باقی کیوں ہیں؟ دنیوی اقتدار ان کے پاس کیوں ہے؟ اس لئے کہ انہوں نے اسلام کے اصول اپنا رکھے ہیں' اگرچہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ اب اگر کوئی کلمہ نہیں پڑھتا اور عمل وہ کرتا ہے جس کے کرنے کا حکم اسلام نے دیا ہے تو دنیوی فائدہ اسے بھی نصیب ہوتا ہے اخروی عذاب ایمان کے ساتھ ملتا ہے ایمان نہیں ہے تو عذاب ہوگا کافر ہے تو جائے گا جہنم میں لیکن دنیا میں فائدہ وہ بھی اٹھائے گا۔

ہم وہ اسلام چاہتے ہیں جس میں چیف ایگزیکٹو اور صدر مملکت سے لے کر چیف جسٹس اور وزیراعظم سب کی جواب طلبی ایک عام آدمی کی طرح کی جا سکے۔ امریکہ سپر پاور ہے' امریکی صدر پر الزام لگا۔ باقاعدہ جج نہیں انہوں نے ایک وکیل کو جج بنا دیا اور میں نے خود دیکھا کہ پانچ گھنٹے امریکی صدر ایک عام سی لوہے کی کرسی پر بیٹھ کر اس کے سوالوں کے جواب دیتا رہا۔ یہاں ہمارا وزیراعظم سپریم کورٹ میں پیشی پر گیا تو بدمعاش ساتھ لے گیا اور ججوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا اور اس جج کو ہی نکال دیا۔ عمل کے اعتبار سے بتایئے کہ کیا ہمارے اعمال اسلامی ہیں؟ تعلیمی نظام اسلامی ہے؟ عدالتی نظام اسلامی ہے؟ معاشی نظام

اسلامی ہے؟ اگر یہ سارے نظام کافرانہ ہیں تو ہم پر وہ عذاب کیوں نہ آئے جو کافروں پر آنے چاہئیں۔ حکمرانوں کو کافرانہ نظام لامحدود اختیارات دیتے ہیں لامحدود سہولتیں دیتے ہیں۔ عام آدمی کے لئے جو اصول ہے وہ یہ ہے کہ :-
بنا کے اپنی دس دس کوٹھیاں کہتے ہیں مفلس سے
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر
غریبی جرم ہوگئی ہے ہمارے ہاں۔
غریب بازار سودا لینے جاتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے اور وہ جانتا نہیں مجھے قتل کس نے کیا۔ امیر کے دروازے پر سارے شہر کی پولیس کھڑی ہے' کیا وہ ایک ہی اللہ کی مخلوق ہے زمین پر اور یہ جو باقی لوگ ہیں یہ کیڑے مکوڑے ہیں گاڑی میں جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے۔ ہوٹل پہ جاتا ہے مارا جاتا ہے' تھانے جاتا ہے لاش واپس آتی ہے' عدالت میں جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے۔ اور قاتل نامعلوم رہتے ہیں۔ محمد علی جناح سے لیکر خان لیاقت علی خان تک اور حکیم سعید سے لیکر مدیر تکبیر صلاح الدین تک سب کے قاتل نامعلوم ہیں۔ یہ نامعلوم کہاں سے آتا ہے اور جو حکومتیں مجرموں کو نامعلوم قرار دے دیتی ہیں انہیں اقتدار میں رہنے کا حق کیا ہے؟ یہ جو ظالمانہ ٹیکس لگائے جا رہے ہیں اور دن بدن بڑھائے جا رہے ہیں اگر اسلامی نظام معیشت آئے عشر اور زکوٰۃ جمع کیا جائے تو یہ سارے ٹیکس معاف ہو سکتے ہیں۔ ساڑھے چھ کھرب بجٹ ہے' دس کھرب جمع ہو جائیں تو ٹیکس لگانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

اگلے دن میرا ایک دوست بتا رہا تھا کہ میں شاہدرے رہتا ہوں اور لاہور بزنس ہے میرا' پانچ چھ دفعہ آنا جانا پڑتا ہے روزانہ کار پر۔ ایک دفعہ ادھر گزرو پانچ روپے ادھر گزرو پانچ روپے تو تیس چالیس روپے مجھے صرف لاہور پل کا ٹیکس دینا پڑتا ہے روزانہ۔ کیا یہ پل ٹیکسوں کے لئے بنائے جاتے ہیں یا عوام کی سہولت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر دریا پر کوئی کشتی لگا دی جائے جو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر چلتی رہے تو وہ اتنے پیسے نہ لے جتنے یہ پل والے لے لیتے ہیں۔

ان مظالم کو کم کیا جائے' سرکاری مدارس قائم کیے جائے' سرکاری ہسپتال قائم کیے جائیں اور ان میں واقعی دوائیں دی جائیں۔ میں سعودی عرب میں تھا ہم ہسپتال گئے تو شہر کا گورنر جو سعودی شہزادہ تھا وہ بھی وہاں تشریف لے آیا اور ہم سے پہلے ایک ٹیکسی ڈرائیور تھا وہ ڈاکٹر کے پاس بیٹھا تھا' ہمیں بھی اس نے عزت سے بٹھایا گورنر صاحب کو بھی عزت سے بٹھایا۔ ہمارے لئے اس نے قہوہ منگوایا جو ایک احترام ہوتا ہے' ہم نے مل کر قہوہ پیا۔ پہلے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو مطمئن کیا اور اسے دوائیں لکھ کر دیں وہ چلا گیا پھر میری باری تھی مجھے لکھ کر دی پھر گورنر صاحب سے پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے۔ میں جب دوائیں لے رہا تھا تو وہ ٹیکسی ڈرائیور تین چار بوتلیں اٹھا کر لے آیا اور کچھ پیکٹ گولیوں کے اور اس نے کہا میری بچی بیمار ہے اور اس میں تو بہت زیادہ دوائی ہے تو اتنی میں کیا کروں گا اس نے کہا جب بچی ٹھیک ہو جائے تو دوائی پھینک دینا چونکہ ہمیں حکم ہے حکومت کا کہ کوئی بوتل کھول کر نہیں دو گے کہ کوئی اس میں آمیزش نہ کر دے۔ یعنی اگر بندے کو دس گولیاں چاہئیں اور پیکٹ سو گولی کا ہے تو سیل بند پیکٹ آپ اسے دیں' وہ گھر جا کر کھولے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ پیکٹ کھولیں اور اس میں کوئی آپکا کارندہ یا کوئی اور ناقص دوائی ڈال دے اور اصلی والی نکال کر بلیک کرتا پھرے۔

عراق میں کچھ لوگ ہسپتال میں مر گئے' انکوائری ہوئی بھئی کیوں اتنے بندے بیک وقت مر گئے' دس بارہ بندے ایک ہی وقت ختم ہو گئے۔ انہوں نے کہا' جی! ایک انجکشن تھا وہ انجکشن لگایا اور یہ مر گئے اس انجکشن کی انکوائری ہوئی وہ OUT OF DATE تھا وہ REACT کر گیا اور یہ مر گئے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ان دس بندوں کے قتل کا ذمہ دار ہے وزیر صحت۔ وزیر صحت کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایکسپائر دوائی ہسپتالوں میں ایشو نہ ہونے دیئے' ضائع کرواتا لہٰذا وزیر صحت کو سزائے موت دی جائے اور انہوں نے وزیر صحت کو پھانسی پہ لٹکا دیا۔

یہ وہ اسلام ہے جس کا مطالبہ الاخوان کر رہی ہے ہمیں حکومت سے کسی عہدے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تک کوئی چھوٹا سا لائسنس بھی کسی سفارش سے نہیں بنوایا' الحمدللہ' قطار میں کھڑے ہو کر لیا ہے' ویزے اور پاسپورٹ کی ضرورت پڑے تو کبھی سفارش نہیں کروائی۔ جس طرح عام آدمی قطار میں کھڑا ہوتا

ہے اسی طرح قطار میں کھڑے ہو کر لیتے ہیں۔ کوئی سرکاری کام ہو تو عام آدمی کی طرح لائن میں ہم بھی کھڑے ہو جاتے ہیں' ہو جائے ہو جائے نہ ہو جائے ماشاءاللہ۔

پچھلے دنوں قذافی سٹیڈیم لاہور میں کتوں کی ریس اور نمائش ہوئی۔ لاہور کے لوگ کتے لائے۔ دھوپ بھی تھی' گرمی بھی تھی۔ کتوں کو پلانے کے لئے ان کے پاس جو پانی تھا وہ غیر ملکی تھا' بوتلوں میں بند تھا۔ ستر فیصد آبادی جوہڑوں سے پانی پیتی ہے اور جوہڑ وہ ہیں جو انہوں نے خود بنائے ہیں۔ جتنا بارش کا پانی ہے وہ ضائع ہوتا ہے' بلوچستان میں بھی سندھ میں بھی سرحد میں بھی پنجاب میں بھی جتنی بارشیں ہوتی ہیں گھنٹے ڈیڑھ کے اندر اندر سارا پانی دریاؤں میں مل جاتا ہے۔ یہ جتنی قیمت کا ڈسٹلڈ واٹر کتوں کے لئے منگوایا جاتا ہے اسی قیمت سے بارانی علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ڈیم بن سکتے ہیں۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو آباد کیا جائے' کاشتکاروں کو سہولتیں دی جائیں' چھوٹے چھوٹے ڈیم بنا دیئے جائیں۔ اگر ان میں پانی کھڑا نہیں ہو گا تو دریا میں بھی نہیں جائے گا زیر زمین جائے گا کہیں سے چشمہ نکلے گا کہیں سے ٹیوب ویل لگایا جا سکے گا اور کہیں کنواں کھودا جا سکے گا۔ آپ یہاں سے جاتے ہیں کلر کہار سے پنڈی تک پانچ جگہ بورڈ لگے ہوئے ہیں دریائے دراب اور دریائے سواں اور دریائے فلاں دریائے فلاں درمیان سے پانی گزر رہا ہے ارد گرد کھیت ہیں کسی کھیت میں پانی لگتا ہوا آپ نے دیکھا؟ کیوں نہ حکومت چھوٹے انجن زمینداروں کو دے دے۔ جب ٹیکس لیتی ہے تو ایک ایک انجن دے دے وہ وہاں سے لگا کر اپنی چار بیگھے زمین کو سیراب کر لیں تو اس کا فائدہ ملک کو بھی ہو گا ملکی آبادی کو بھی ہو گا اور حکومت کو بھی ہو گا۔ اسی طرح سے عدالتی نظام یہ ہے کہ اگر کوئی بے گناہ بھی پکڑا جائے تو اسے بری ہونے میں بارہ پندرہ سال لگ جاتے ہیں۔ اگر پندرہ سال بعد آپ نے کسی کو جیل سے نکال کر کہا جی تم باعزت بری ہو تو پندرہ سالوں میں اس کا گھر اجڑ گیا' پیسے وکیلوں پر اور

اگر کوئی بے گناہ بھی پکڑا جائے تو اسے بری ہونے میں بارہ پندرہ سال لگ جاتے ہیں

پولیس والوں پر ختم ہو گئے' بیویاں اور بچیاں بھاگ کر بے آبرو ہوئیں۔ بچے سکول چھوڑ کر آوارہ ہو گئے وہ باعزت بری ہو گیا یا اسے آپ نے رسوا کر دیا۔

پچھلے دنوں سرگودھے کے علاقے میں ایک بندے نے چار قتل کر دیئے' ان دنوں یہاں غازیوں کا کیمپ لگا ہوا تھا سپیشل کورٹ کو پولیس نے کیس ریفر کیا۔ اس جج نے ہمت کی چونکہ یہ موومنٹ چل رہی تھی اس نے کہا جی پولیس والے تفتیش نہ کریں ساری فائل مجھے بھیج دیں۔ اس نے ساری فائل منگوائی' اگلے دن اس نے دورہ رکھ لیا اسی چک میں جہاں قتل ہوئے تھے۔ گاؤں کے سفید پوش نمازی بزرگ جمع کر لیے' قاتل پولیس کے پاس تھے وہ بھی بلوا لیے' مقتول پارٹی کے ورثاء اور گواہ بھی اور مسجد میں عدالت لگا دی۔ اس نے کہا کہ اپنے ایمان سے مسجد میں باوضو ہو کر آؤ اور سر پر قرآن رکھ کے مجھے بتاؤ اصل بات کیا ہے۔ اس نے شہادتیں لے کر وہیں بیٹھ کر اس قاتل کو سزائے موت دے دی۔ ایک دن میں مقدمہ ختم ہو گیا۔ نہ انہیں وکیلوں کے پیچھے بھاگنا پڑا' نہ پولیس والوں کو پیسے کھلانے پڑے اور نہ رات دن بے قرار اور بے چین ہونا پڑا۔ ایک گھر اجڑنے سے بچ گیا جو قاتل تھا وہ اپنے کیے کی سزا پا گیا۔ یہ اسلام ہے جس کا مطالبہ الاخوان کر رہی ہے۔

الاخوان کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ صلوٰۃ کمیٹیاں بنا دو جو ہر بندے سے ڈنڈے سے نماز پڑھائے۔ الاخوان کا مطالبہ یہ ہے کہ اسلام کو تعلیم میں شامل کرو جو نماز کی اہمیت سمجھتا ہو گا وہ پڑھے گا۔ حلال حرام کو جو سمجھتا ہو گا وہ پڑھے گا۔ بنکوں سے سودی نظام ختم کیا جائے۔ حکومت نے اعلان کیا ہے یکم جولائی کو ختم کرنے کا اور اللہ کرے حکومت کر گزرے۔ اس لئے کہ جو ہائی لیول ڈیلیگیشن ورلڈ بنک سے باتیں کرنے گیا ہے اور جس کی قیادت شوکت عزیز صاحب وزیر خزانہ فرما رہے تھے اسے جب ورلڈ بنک والوں نے کہا کہ بھئی آپ تو یکم جولائی سے سود ختم کر رہے ہیں اور نیا بنکنگ سسٹم بنا رہے ہیں تو اس نے کہا' نہیں جی! یہ بکواس ہے' ہم نے لوگوں کو چپ کرانے کے لئے کہا ہے۔ وزارت مذہبی

امور کا اعلان ہے کہ یکم جولائی سے سود ختم ہو رہا ہے اور وزیر خزانہ فرما رہے ہیں کہ یہ بکواس کرتے ہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر بنکوں سے سود ختم کر دیا جائے تو جن لوگوں کے پیسے بنکوں میں ہوتے ہیں انہیں بیس سے لیکر تیس فیصد تک سالانہ پرافٹ مل سکتا ہے جو نفع ہوگا اور حلال ہوگا۔ اور جو حکومت دے رہی ہے سودی نظام میں وہ چار فیصد یا پانچ فیصد دے رہی ہے جو سود ہے اور حرام ہے۔ اگر سودی نظام ختم ہو جائے تو جو بندہ دو لاکھ روپیہ بنک میں جمع کرانے کے قابل ہوا سے گھر کے گزارے کے لئے ماہوار خرچہ مل سکتا ہے۔ اور وہ حلال بھی ہوگا اور منافع بھی ہوگا۔ میں زبانی نہیں کہہ رہا۔

میں نے آج سے چھ سات سال پہلے بلا سودی بنک اپنا ذاتی پرائیویٹ طور پر شروع کیا اس میں جن لوگوں کا پیسہ ہے انہیں تیس تیس فیصد تک پرافٹ ملا اور آجکل جو بزنس ڈاؤن جا رہے ہیں آجکل اس سال کی ریشو بھی پچیس فیصد ہے۔ ہمارے پاس ہماری بیوہ بہنوں کے پیسے ہیں انہیں ہر مہینے خرچہ مل جاتا ہے۔ غریب لوگوں کے پیسے ہیں جنہیں ہر مہینے خرچہ چاہیے انہیں ہر مہینے مل جاتا ہے اور وہ حلال ہوتا ہے اور منافع ہوتا ہے۔ اور ایک اوسط کے مطابق ماہوار لینے والوں کو ایک لاکھ پر دو ہزار مل جاتا ہے۔ میرے اپنے چودہ لاکھ اس میں جمع ہیں مجھے کبھی اٹھائیس ہزار کبھی ستائیس کبھی چھبیس کبھی انتیس ہزار بھی مل جاتا ہے اب اگر دو لاکھ پر 4/5 ہزار مل جائے تو کون بندہ ہے جس کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔

اگر سارے بنکوں کا نظام بلا سودی ہو جائے تو ہر بنک میں جس کے دو لاکھ جمع ہوں اسے چار پانچ ہزار روپیہ ماہوار مل سکتا ہے۔ کیوں نہیں کرتے حکمران؟ اس لئے نہیں کرتے کہ اسے تو دیتے ہیں چار فیصد سالانہ اور جو باقی بچتا ہے وہ اربوں روپے قرضے لیتے ہیں بڑے بڑے لوگ اور پھر وہ کھا جاتے ہیں۔ بھئی یہ دس دس ارب دس دس کھرب بیس بیس کروڑ اسی اسی کروڑ لوگوں نے قرضے لیے اور کھا گئے اور بنک تو ویسے کے ویسے چل رہے ہیں۔ بنک کا تو کچھ نہیں بگڑا' یہ پیسہ کس کا تھا؟ یہ ان غریبوں کا تھا جن کے پیسے بنک میں پڑے ہیں۔ ہم جس اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اسلام یہ ہے کہ سود کو بند کر کے اسے شراکت پر چلایا جائے اور جس کے جتنے پیسے بنک میں ہیں' بنک کے اخراجات کاٹنے کے بعد جو نفع آتا ہے وہ اسے اس نسبت سے تقسیم کیا جائے جس کے جتنے پیسے ہیں اس کو اتنا منافع ملے۔

تو میری گزارش یہ ہے کہ ایک تو بڑی بلے بلے ہوگئی شابا شابا ہوگئی کہ بھئی جی یہ بڑے بندے ہیں جنہوں نے حکومت سے ٹکر لے لی اور حکومت ڈر گئی اور یہ ہوا۔ تو ہمیں اس بلے بلے کی ضرورت نہیں ہے' حکومت کو ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے الحمد للہ یہ جو کیمپ تھا منارہ کا یہ ایک نمونے کا کیمپ تھا اگر ہم اسلام آباد کو چلتے تو نہ صرف یہاں سے لوگ جاتے بلکہ آپ دیکھتے کہ لوگ کوہستان سے آتے' وزیرستان سے آتے' قبائل سے آتے' بلوچستان سے آتے' سندھ سے آتے اور سارے پنجاب سے لوگ آتے' لوگ سرحد سے آتے اور اسلام آباد والوں کو بھاگنے کی جگہ نہ ملتی۔ حکومت مفت میں نہیں ڈرا کرتی اور مفت میں نہیں ڈر گئی۔ الحمد للہ اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں ایک دن میں مسل کر رکھ دیتے۔ ان کے پاس بڑی طاقت تو فوج ہے اور فوج کون ہے؟ ہم فوج ہیں' ہمارے بیٹے فوج ہیں' ہمارے بھائی فوج ہیں۔ فوج بھی ہم ہی ہیں۔ اور میں نے ان سے کہا تھا آپ کسی یونٹ کو ہم پر گولی چلانے کے لئے بھیجیں انشاء اللہ ان کی بندوقوں کا رخ تمہاری طرف ہو جائے گا۔ ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا سوائے اللہ کی کتاب کے اور ایک تسبیح کے اس لئے کہ وہی سپاہی ہمارے سپاہی ہیں جن کو حکومت اپنا سمجھتی ہے اور ان کے پاس اسلحہ ہے ہمیں اسلحہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اب بھی میری تمام احباب سے گزارش ہے کہ عام آدمی کو یہ سمجھائیں کہ ہم غریب کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ مظلوم کی جنگ لڑ رہے ہیں ان لوگوں کی جنگ لڑ رہے ہیں جو اپنے حق سے محروم ہیں اور جن غریبوں کو یہ پتہ بھی نہیں کہ ہمارا حق بنتا کیا ہے۔ تو یہ جو درمیان میں وقفہ آ گیا ہے حکومت نے سات مارچ تک کا وعدہ کیا ہے اگر حکومت سات مارچ تک کوئی اقدام شروع کر دیتی ہے تو ہم انشاء اللہ حکومت کے معاون بنیں گے' بغیر تنخواہ کے کام کریں گے اور حکومت کی مدد کریں گے کہ ملک میں اسلام نافذ ہو۔ ہمارا مقصد فساد پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ

اسلام سلامتی کا نام ہے' امن کا نام ہے' ادب و احترام کا نام ہے لیکن ظلم کے مقابلے میں خاموشی' یہ بھی کفر ہے۔

آقا نامدار ﷺ رحمۃ للعلمین مبعوث ہوئے آپ ﷺ شمشیر بکف اور زرہ پہن کر میدان میں اترے۔ یہ پہلو بھی رحمت کا تھا کہ آپ ﷺ کسی فرد کے مقابلے میں نہیں' انسانوں کو قتل کرنے کے لئے نہیں بلکہ ظلم کو مٹانے کے لئے نبی رحمت ﷺ میدان میں اترے اور روئے زمین سے ظلم کی بیخ کنی کر دی۔ ہم اگر لڑیں گے تو سنت خیر الانام ﷺ کے مطابق لڑیں گے اور ظلم کے خلاف لڑیں گے' کسی فرد کے خلاف نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ایسی نوبت نہ لائے اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو جو اقتدار میں ہیں' جن کے پاس اختیار ہے' انہیں یہ سعادت نصیب کر دے کہ وہ ملک پر اسلام نافذ کریں' غریب کی داد رسی کریں' انصاف کو عام کریں' تعلیم ہر ایک کے لئے ہو' علاج معالجہ ایک حد تک مفت ہو۔ بوڑھے لوگوں اور بے روزگاروں کو بے روزگاری الاؤنس ملے اور بزرگوں کو پنشن ملے۔ اگر آپ ہمیں ٹیوب ویل لگا کر نہیں دے سکتے تو ان پہاڑی علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ڈیم ہی بنا دو۔ یار! جو پانی بھاگ کر دریا میں جاتا ہے وہ اگر ڈیم میں کھڑا نہیں ہوگا تو کم از کم زمین میں جذب تو ہوگا۔ کہیں سے چشمہ نکلے گا تو کوئی کنواں کھود لے گا کوئی اپنے خرچ پہ ٹیوب ویل لگا لے گا۔

الحمد للہ حکومت نے یہ بات تسلیم کی ہے اور وہ ارادہ کر رہے ہیں کہ ان پہاڑی علاقوں میں ڈیم بنائے جائیں۔ جو اچھا کام حکومت کرتی ہے ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔ اگلے دن بھی حکومت سے اور حکمرانوں سے میری بات ہوئی۔ وہ سمجھنا چاہ رہے ہیں اور کچھ کچھ ان کی سمجھ میں آ بھی رہا ہے کہ زکوٰۃ کا نظام رائج کیا جائے بلکہ مجھے انہوں نے فرمایا بھی کہ آپ ہمیں کوئی اس کا سٹرکچر بنا دیں کہ کس طرح کیا جائے۔ میں نے کہا ماہرین تو آپ کے پاس ہیں میں تو ایک ان پڑھ آدمی ہوں۔ وہ کہنے لگے' جی! کہ ہمارے ماہرین تو صدیوں لگے رہیں گے اور بنائیں گے کچھ بھی نہیں۔ تو پھر ایسے لوگوں کو رکھا ہوا کیوں ہے آپ نے۔ اس کے باوجود ہم انشاء اللہ بنا کر پیش کریں گے کیونکہ ہماری اپنی بھی آرزو ہے کہ تصادم نہ ہو اور امن و سکون سے یہ کام ہو جائے' ہمارا ملک خانہ جنگی برداشت کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔ ایک طرف سمندر ہے دوسری طرف ہندوستان ہے جو ہمارا بدترین دشمن ہے۔ تیسری طرف ایران ہے جو ہمارے شیعہ سنی جھگڑوں سے نالاں ہے اور چوتھی طرف افغانستان ہے جو خود تباہ ہو چکا ہے۔ اب اگر پاکستان بھی خدانخواستہ خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ جائے تو ہمارے پاس بچے گا کیا۔ اس لئے ہم خانہ جنگی نہیں چاہتے لیکن ہم کفر کو بھی مزید حکومت نہیں کرنے دیں گے۔ اگر اس کے لئے ہم قتل ہوتے ہیں اور اگر اس کے لئے تباہ ہوتا ہے تو ملک کا تباہ ہو جانا ملک کا کفر کے پنجے میں رہنے سے بہتر ہے۔ ملک پر کافرانہ نظام رائج ہو اس سے بہتر ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے تباہ ہوتا ہے تو ہو جائے۔

اور ایک بات یاد رکھ لو اگر ہمارا خلوص ہمارا ایمان درست ہے اور ہم خلوص سے اسلام کے لئے لڑے تو ملک تباہ نہیں ہوگا بلکہ آباد ہوگا۔ اسلام سلامتی کا نام ہے اور یہ جہاد سلامتی لائے گا' ملک پر انشاء اللہ تباہی نہیں لائے گا۔ اگر اسلام کے لئے جہاد نہ ہوا تو خانہ جنگی ہوگی جو ملک کی تباہی کا سبب بن جائے گی۔ ابھی تو ایک ہاتھ میں بندوق ہے نا جو گاڑی بھی لوٹ لیتا ہے جو گھر بھی لوٹ لیتا ہے اور جو عزتیں بھی لوٹ لیتا ہے لیکن جو لوٹ رہے ہیں جس دن انہوں نے بھی بندوق پکڑ لی تو پھر خانہ جنگی ہو جائے گی اور خانہ جنگی تباہ کر دے گی ملک کو' اللہ اس سے محفوظ رکھے۔ اسلام کے لئے جہاد ہوگا تو ملک آباد ہوگا۔ ہم اپنے وعدے پہ بفضل اللہ قائم ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ حکومت کو بھی اللہ توفیق دے وہ بھی اپنے وعدے پہ قائم رہے اور نفاذ اسلام کا عمل شروع ہو جائے عملی طور پر اخباروں میں تو شروع ہے اخباروں میں تو سود کی ممانعت کا حکم بھی آ گیا۔ اخبار میں تو یہ بھی آ گیا کہ کاشتکاروں سے عشر لیا جائے اور ان سے مالیہ اور دوسرے ٹیکس جو ہیں وہ معاف کیے جائیں۔ الحمد للہ ایک

ہم خانہ جنگی نہیں چاہتے
لیکن ہم کفر کو بھی مزید
حکومت نہیں کرنے دیں گے

پیش رفت ہے لیکن ابھی تک اخباری حد تک ہے۔ جب زمین پر ہوگی' آن دا گراؤنڈ ہوگی' جب وہ قانون بن کر نافذ ہوگی تب ہم مانیں گے کہ یہ کام ہو رہا ہے۔ اور میری گزارش ہے کہ آپ سب بھی دعا کیا کریں میں بھی ہر دعا میں یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ اللہ اس ملک پہ اسلام نافذ فرما۔ ان حکمرانوں کی خطائیں معاف کر اور انہیں توفیق دے اور اگر ان کے نصیب میں نہیں ہے تو پھر ہمارے نصیب میں کر دے پھر ہمیں توفیق دے۔ چونکہ میرا پختہ ایمان ہے کہ انشاء اللہ العزیز اس ملک پر اسلام نافذ ہوگا مجھے کوئی اس میں شبہ نہیں ہے۔ لوگ بڑی مشکلات پیش کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں یہ مشکل ہے وہ مشکل ہے۔ کوئی مشکل نہیں ہے اسلام اس ملک پر انشاء اللہ نافذ ہوگا اللہ کریم کی قدرت کاملہ سے ہوگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اصدق الصادقین ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق ہوگا۔ آپ کشمیر کی بات کرتے ہیں' صرف کشمیر نہیں' اسلام نافذ ہوگا تو سارا برصغیر اسلام کی ریاست بنے گا۔ اور پھر یہ پوری دنیا پر پھیلے گا انشاء اللہ العزیز۔

اللہ کریم ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو نفاذ اسلام کے لئے کام آئیں گے اور اتنی مہلت دے کہ ہم اسلام کا نفاذ دیکھیں اسی زندگی میں دیکھیں اور انجوائے کریں۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ
رب العلمین

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے

دنیا میں انسان جیسے جیسے شعور پاتا گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راہنمائی کے لئے اسے علوم سے نوازا۔ انسان کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے جس طرح کے فتنوں نے جنم لیا اس کے مقابلے کے لئے خدا کی طرف سے کبھی آسمانی کتاب نازل ہوئی اور کبھی کسی خاصِ خدا نے دین کا پرچم اپنے ہاتھ میں تھاما۔ جیسا کہ نمرود کی آگ بجھانے کے لئے ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ' فرعون کے خدائی دعوے کو باطل کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ' یہودیوں کے مدمقابل عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اور جہالت کے اندھیروں میں نور کی شمع روشن کرنے کے لئے نبی پاک ﷺ کی آمد ہوئی مگر شیطان نے خلق خدا کو گمراہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جس کی ایک کڑی جلال الدین اکبر کو گمراہ کر کے دین اکبری کا نفاذ کرانا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے روپ میں خود آ کر نبوت کا دعویٰ کرنا اور کبھی سلمان رشدی جیسے مردود سے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ کتاب لکھوانا وغیرہ شامل ہیں۔

آج اگر کوئی شخص کسی سیاسی شخصیت کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے یا کسی فلمی ہیروئن کے بارے میں بیان دیتا ہے تو ہمارے تمام اخبارات اسے شہ سرخی کے لئے استعمال کرتے ہیں عریاں تصاویر بڑے فخر سے شائع کی جاتی ہیں جو کہ ایک اسلامی معاشرے کے لئے باعث شرم عمل ہے مگر جب دین اسلام کی سالمیت اور تبلیغ کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو شاید فرنٹ پیج پر ایک حدیث یا قرآنی آیت کا ترجمہ لکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم نے اپنا دینی فریضہ پورا کر لیا۔ دوسری جانب ہماری دینی جماعتوں کا حال بھی کچھ اس طرح ہے کہ ہر کوئی اپنی تشہیر کے لئے کام کر رہا ہے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کر کے فرقہ بندی کی طرف مائل کیا جا رہا ہے ایک دوسرے کو کافر' منافق اور خارج الاسلام قرار دے کر آپس میں قتل و غارت برپا کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنے میں بھی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

شاید اسی لئے آج بھی کہیں مسجد اقصیٰ کو جوتوں تلے روندا جا رہا ہے تو کہیں قرآن پاک کی بے حرمتی کی جا رہی ہے حتیٰ کہ اب مختلف مذاہب ایک ویب سائٹ کے ذریعے حجر اسود پر اپنے اپنے مسیحاؤں کی شبیہات کے دعویدار ہیں اور ہمارے اخبارات ان کی اس تشہیر میں معاونت کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اگرچہ ہم بار بار میڈیا' علماء و مشائخ کی توجہ اس نازک مسئلے کی جانب مبذول کروا چکے ہیں مگر افسوس کسی نے بھی اسے اہم نہیں جانا۔ لہٰذا تمام اخبارات' علماء و مشائخ کے ساتھ ساتھ حکام بالا سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلے کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس کی طرف بھرپور توجہ دیں تاکہ مسلم امہ کو ان نئے فتنوں سے نجات دلائی جائے۔

اسلامک ڈیفنس کونسل انٹرنیشنل لاہور

کوچ کا نقارہ

اب آپ کی ویسے ہی چھٹی ہونے والی ہے۔ ہم نئے آنے والے سے نبٹ لیں گے' ہمیں جانے والوں کے ساتھ سر پھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر آپ اسلامی معاشی نظام کی طرف نہیں آتے' اگر آپ ان مظلوموں' مقتولوں' اور بے کسوں کو عدل نہیں دیتے' اگر آپ ان غریبوں پر یہ ٹیکسوں کا بوجھ کم نہیں کرتے تو آپ ویسے ہی جانے والے ہیں۔ آپ کے کوچ کا نقارہ بج چکا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 9-2-2001

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کریم کی شان عجیب ہے اس کا نظام ایسا ہے کہ جن لوگوں کو اقتدار و اختیار سونپ دیتا ہے وہ عام آدمی کی نسبت زیادہ محتاج ہو جاتے ہیں۔ جنہیں ہم بہت زیادہ با اختیار سمجھتے ہیں عملی زندگی میں وہ خود بالکل بے اختیار ہو جاتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور کانوں سے سننا پسند نہیں کرتے۔ ان کے گرد خوشامدیوں کا ایک حلقہ ہوتا ہے جو انہیں اپنے مفادات کی تصویر دکھاتا ہے۔ جو انہیں ان کی بہتری کی بجائے اپنے حق میں' اپنے مفاد میں جانے والی بات بتاتا ہے اور یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ وہ لوگ جنہیں اللہ کریم قوموں پہ' ملکوں پہ اقتدار و اختیار بخشتا ہے وہ اس قوم اور اس ملک کے حال کو جاننے کی خود کوشش نہیں کرتے۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ چودہ کروڑ مسلمان جو پاکستان میں بستے ہیں یہ ابھی تک انگریز کے بنائے ہوئے غلامانہ نظام کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں اور عالم یہ ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسی طاقتیں ہمیں مزید قرضوں کی دلدل میں دھکیل رہی ہیں اور گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصے سے جو حکومتیں کامیابیوں کے نعرے لگا رہی ہیں وہ صرف یہ ہیں کہ ہم نے مزید قرضہ لے لیا اور وہی نعرہ موجودہ حکومت بھی اپنی کامیابی کا نعرہ سمجھتی ہے۔

ہم نے صرف ایک راستہ بتانے کی جسارت کی ہے کہ اب اس حال میں ہمارے پاس اب بھی ایک راستہ کھلا ہے کہ ہم اللہ کی پناہ میں آ جائیں' اللہ کے دین کو اختیار کر لیں اور اللہ کے حبیب ﷺ کی پیروی اختیار کر لیں تو ہم اپنے ملک کے غریبوں اور مفلسوں اور ناداروں کو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے جبڑوں میں دینے کی بجائے اسلامی معاشی نظام کے ذریعے انہیں ان طاغوتی طاقتوں سے بھی چھڑا سکتے ہیں اور انہیں ٹیکسوں کے بوجھ سے بھی آزاد کروا سکتے ہیں۔ ہم نے یہ عرض کرنے کی جسارت کی ہے کہ اگر زکوٰۃ اور عشر کا نظام اپنایا جائے تو ملک سے قرض بھی اتر سکتا ہے کہ زکوٰۃ کا ایک مصرف مقروض کی قرض سے جان چھڑانا بھی ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف میں ناداروں کو امداد پہنچانا' بیماروں کا علاج کرنا' بچوں کو تعلیم دلانا بھی شامل ہے۔

مجھے حیرت اس بات پر ہوئی ہے کہ جناب جنرل پرویز مشرف صاحب کیسے فرماتے ہیں کہ اکرم اعوان ہمیں کیوں کافر سمجھتے ہیں؟ کمال کی بات ہے۔ ہم تو کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر سمجھتے ہیں۔ اور یہی فقہ اسلامی کا اصول ہے کہ کسی مسلمان کو بلاوجہ کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن

سخن فہمی عالم بالا معلوم شد

داد دیجئے ان ایجنسیوں کو اور داد دیجئے ان مخبروں کو اور داد دیجئے ان کالم نویسوں کو سب کی بات میں نہیں کر رہا ان کی بات کر رہا ہوں جو مفادات پر بکے ہوئے ہیں کہ انہوں نے بات کو کس انداز میں پہنچایا اور حیرت ہے کہ ایک چرواہا جس کے پاس ہزاروں بھیڑیں ہوتی ہیں وہ ایک ایک بھیڑ کو پہچانتا ہے۔ بڑے سے بڑا عالم سڑک پر کھڑا کر دیں اور بھیڑوں کا گلہ اس کے سامنے سے گزاریں پھر اسے کہیں کہ اس میں سے فلاں بھیڑ شناخت کر دو تو وہ نہیں کر سکے گا۔ لیکن گلہ بان جب وہ بھیڑیں باڑے میں واپس آئیں گی تو پہچان لے گا کہ ان میں فلاں ہے اور فلاں نہیں ہے۔ عام آدمی کے لئے بھیڑوں کے سارے بچے ایک جیسے اور ساری بھیڑیں بھی ایک جیسی ہوتی ہیں گلہ بان جانتا ہے کہ یہ بچہ اس

بھیڑ کا ہے اور وہ بچہ اس بھیڑ کا ہے۔ اس قوم کا کیا ہوگا جس کے حکمرانوں کی وسعت نظر چرواہوں سے بھی کم ہے اور اپنے ملک میں رہنے والے لوگوں کو اتنا بھی نہیں جانتے کہ کون کیا کہتا ہے اور کون کیا چاہتا ہے۔ جنرل صاحب اگر ہم آپ کو مسلمان نہ سمجھتے تو آپ سے نفاذ اسلام کا مطالبہ کیوں کرتے؟ کبھی کسی مسلمان نے واجپائی سے نفاذ اسلام کا مطالبہ کیا ہے' کبھی کسی مسلمان نے بل کلنٹن سے مطالبہ کیا ہے' کبھی کسی کافر حکمران سے کسی عہد میں کسی دور میں نفاذ اسلام کا مطالبہ کیا گیا؟۔ آپ سے نفاذ اسلام کا ہمارا مطالبہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں لیکن آپ کے پاس اقتدار ہے اور چودہ کروڑ لوگ مجبور و بے بس ہیں۔ آپ کے پاس اختیار ہے اور ایک طرف سلامتی کا راستہ ہے' اللہ کی رضامندی کا راستہ ہے' اللہ کے حبیب ﷺ کی پیروی کا راستہ ہے اور دوسری طرف کفر کا راستہ ہے دونوں راستوں کا اپنا اپنا انجام ہے۔ اطاعت کا راستہ جنت کو پہنچتا ہے کفر کی غلامی کا راستہ جہنم کو پہنچتا ہے۔ اور اگر آپ میری تنگ نوائی پہ خفا نہ ہوں تو میں یہ ضرور بتانا چاہوں گا کہ اہل جنت کے دلوں پہ جنت کا سرور مترشح ہوتا رہتا ہے اور وہ اس دنیا میں بھی بڑی پر لطف زندگی گزارتے ہیں پرسکون زندگی گزارتے ہیں اور انہیں نہ شراب کی ضرورت پیش آتی ہے نہ شباب کی ضرورت پیش آتی ہے بلکہ تجلیات باری سے اپنے دلوں کو بہلاتے ہیں' جمال محمدی ﷺ سے سینوں کو منور کرتے ہیں' تجلیات الٰہی سے ان کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور ان کے دل پرسکون ہوتے ہیں۔ اور جب آدمی جہنم کے راستے پر چل رہا ہوتا ہے تو جہنم کی تپش اس کے دل پر گرتی رہتی ہے دھواں اس کی نسوں میں پھیلتا رہتا ہے وہ تڑپتا رہتا ہے پھر اسے شراب کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ وہ دل بہلانے کے ہزاروں چارے کرتا ہے لیکن جب تنہا ہوتا ہے دوزخ کی تپش پھر اسے آگھیرتی ہے۔ یہ میرے لئے بھی امتحان ہے' یہ سب سامعین کے لئے بھی امتحان ہے۔ اور یہ جنرل

اس قوم کا کیا ہوگا جس کے حکمرانوں کی وسعت نظر چرواہوں سے بھی کم ھے

صاحب آپ کے لئے بھی پیمانہ ہے۔ آپ اپنے دل کو دیکھئے کیا اس میں جنت کا سکون مترشح ہو رہا ہے یا کہیں خدانخواستہ کوئی بے قراری تو نہیں۔ یہاں تک تو بات تھی دین کی اور میں پھر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہوں اور میں نے کبھی کسی مسلمان کو کافر کہنے کی جسارت نہیں کی اور نہ ایسا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ لیکن اللہ کے نزدیک مسلمان وہ ہے جس کے دعویٰ اسلام کو اس کا کردار ثابت کرے وہ میں ہوں یا جنرل پرویز مشرف۔ لہٰذا مجھے بھی اور جنرل صاحب کو بھی اپنے اپنے کردار پر نظر کرنی چاہئے۔

یہ کوئی پہلا مارشل لاء نہیں ہے اور نہ آپ پہلے صاحب اقتدار ہیں۔ ہماری آواز الحمدللہ مارشل لاء میں بھی اس مشن کے لئے بلند رہی۔ سویلین مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے بھی ہم نے حق کہا اور آج تک ہر حکمران کے سامنے حق کہنے کی اللہ نے جرات دی اور الحمدللہ ضیاء الحق جیسے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سامنے سٹیج پر یہ کہنے کی جسارت کی کہ آپ سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے' مانگنے کے لئے اللہ کا دروازہ کافی ہے اور اس کی کیسٹ آج بھی موجود ہے۔ جنرل صاحب جس دن میں نے اپنے لئے دست سوال دراز کیا خدا اس دن سے پہلے مجھے موت دے دے۔ لیکن اگر میں آپ کے بھلے کی چودہ کروڑ عوام کے بھلے کی بات کہوں تو اس پر آپ اتنے خفا ہیں اور آپ کے اپنے بس میں اتنا بھی نہیں رہا کہ کبھی اخبار پہ خود بھی نظر ڈال لیں کبھی جو میں کہتا ہوں اسے خود بھی دیکھ لیں۔

دوسری بات میں دنیا کے حوالے سے کرنا چاہوں گا۔ جنرل صاحب! آپ بھی جانتے ہیں میں بھی جانتا ہوں اور یہ سامعین بھی جانتے ہیں کہ آج تک یہ ملک مغربی طاقتوں کے ہاتھ میں کھلونا بنا ہوا ہے۔ وہ ارباب اقتدار کو خود قرضوں کا راستہ دکھاتے ہیں' اور کہتے ہیں خود ہی کھا جاؤ۔ چنانچہ جنرل پرویز مشرف صاحب وہ آپ سے بھی طاقتور ہیں جنہوں نے آپ سے نواز شریف کو چھڑا لیا۔ آپ اس خیال میں نہ رہیے کہ یہ بات کوئی نہیں جانتا۔ یہ عام آدمی بھی جانتا ہے کہ کوئی دست غیب تھا۔ آپ نے تو اپیل دائر کر رکھی تھی کہ اسے سزائے موت ہونی

چاہیے۔ آپ نے اسے کس طرح ہوائی جہاز پر بٹھا کر حرم میں بھیج دیا' کوئی آپ سے بھی طاقتور ہے۔ شاید اسی نے نواز شریف کو ہٹایا ہوگا۔ اس لئے کہ جو ٹیکسوں کا بوجھ عام آدمی کی کمر پر آپ نے اور آپ کی حکومت نے لادا ہے نواز شریف نے یہ لادنے کی جرات نہیں کی تھی۔ یہ نہیں کہ وہ نیک تھا یا پارسا تھا وہ سویلین گورنمنٹ تھی اور وہ یہ جرات نہ کرسکی۔ آپ کے پاس فوجی طاقت تھی آپ نے وہ وہ ٹیکس لگائے کہ لوگوں نے گھر خود بنائے ہیں اور اتنا ٹیکس دیتے ہیں گویا کرائے کے مکان میں رہتے ہوں۔ دو سو روپے ٹیلی فون کا بل آتا ہے دو ہزار ساتھ ٹیکس آتا ہے۔ تین سو روپے بجلی کا بل آتا ہے تین ہزار ساتھ ٹیکس کے آتے ہیں۔ اور پچھتر فیصد وہ ٹیکس ہیں جو نظر نہیں آتے۔ آدمی بازار سودا خریدنے جاتا ہے تو پچیس روپے کی چیز سو روپیہ میں ملتی ہے۔ وہ کہتا ہے مہنگائی ہوگئی پچھتر روپے تو ٹیکسوں میں چلے گئے۔

جنرل صاحب! جو کام مغرب آپ سے لینا چاہتا تھا وہ لے چکا۔ اب اسے آپ کی نہیں کسی ایسے حکمران کی ضرورت ہے جو اس کا تابعدار ہو اور مسلسل یہ ٹیکس جمع کرکے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کو دیتا رہے اور یہ ملک بے بس رہے' مجبور رہے لوگ بھوکے ہوں یہاں قحط پڑیں' افریقہ سا حال ہو' سوڈان کی طرح کا سا حال ہو۔ جنرل صاحب! دیکھ لیجئے سود کی برکات۔ آئی ایم ایف پر انحصار سے اس بے نیاز نے آسمانی بارشوں کو بھی تالے لگا دیئے۔ آپ کی حکومت اکرم اعوان کے کہنے کی محتاج نہیں ہے۔ اب خود ان طاقتوں کے لئے مفید نہیں رہی۔ وہ آپ کو ہٹا دیں گے۔ وہ بے نظیر کو بھی لا سکتے ہیں اور نواز شریف کو بھی لا سکتے ہیں' کسی تیسرے کو بھی لا سکتے ہیں جو یہاں بیٹھ کر لوگوں کا خون چوس چوس کر انہیں کھلاتا رہے اور معذرت بھی کرتا رہے کہ ٹیکس میں نے تو نہیں لگائے پرویز مشرف نے لگائے تھے اب میں تو مجبور ہوں۔ آپ بتائیے جنرل صاحب آپ کے پاس اس کا کیا حل ہے' کوئی حل ہے آپ کے پاس؟ اگر

آپ سے نفاذ اسلام کا ہمارا مطالبہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں

آپ میری تلخ نوائی کو براہ راست سننا گوارا فرمائیں تو آپ کے پاس سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ آج ہی آپ عشر اور زکوٰۃ کا نظام نافذ کیجئے ساڑھے چھ کھرب آپ کا بجٹ ہے آپکی وفاقی وزیر ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ کے مطابق سات کھرب عشر اور زکوٰۃ کی رقم بنتی ہے۔ آپ تو ٹیکس فری سٹیٹ بنا سکتے ہیں۔ آپ غریبوں کو ٹیکس سے آزاد کرسکتے ہیں۔

اور یاد رکھیں! اگر غریبوں کے ہاتھ آپ کے لئے دعا کے لئے اٹھ گئے تو امریکہ کیا دنیا کی کوئی طاقت آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ حکومتیں اس لئے بدلتی ہیں کہ ہر حکومت غریب پر مزید ظلم توڑتی ہے غریب اس کے لئے بددعا کرتا ہے۔ اگر کوئی حکمران' کوئی حکومت غریب کا بوجھ ہلکا کرے' کوئی اس کا دکھ بانٹے تو امریکہ اس حکومت کو نہیں بدل سکتا۔ کہاں ہے آپ کی حکومت؟ جنرل صاحب! یہاں سڑکوں پہ ڈاکے پڑتے ہیں تھانے رپٹ نہیں لکھتے۔ کل رات یہاں ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو بھاگ گئے اور جن کو لوٹا گیا انہیں پولیس اٹھا کر تھانے لے گئی۔ یہ حکومت ہے؟ جو پیسے تھے وہ ڈاکو لے گئے' بندے پولیس لے گئی کہ تفتیش کریں گے۔ ڈاکو بھاگ گئے اور جن کا مال لوٹا گیا ان سے تفتیش ہو رہی ہے۔ کتنے قتل ہوئے یہاں اس علاقے میں لوٹ مار میں' ٹرکوں کے ڈرائیور اور مائنوں کے مزدور اور کام کرنے والے لوگ؟ کسی ایک کا پرچہ تھانہ کلر کہار میں موجود نہیں ہے۔ او کوئی نہ سنے' ان خاک و خون میں تڑپنے والوں کو پیدا کرنے والا بھی کیا بھول گیا ہے؟۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اسے اپنا ایک ایک بندہ اتنا عزیز ہے کہ اس نے فرمایا کہ کسی نے ایک بندہ ظلماً قتل کیا تو گویا اس نے ساری مخلوق قتل کردی۔ اسے ایک ایک بندہ عزیز ہے۔ اگر جنرل صاحب آپ خود کو بھی اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کے پاس سوائے اسلامی معاشی نظام کے کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں ہے۔ اللہ کے لئے اللہ کی رضا کے لئے کریں تو بہت ہی اچھا' ملک اور قوم کی بہتری کے لئے کریں تو عبادت' اگر ایسا بھی نہیں ہے تو اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے تو آپ کو کرنا ہی

پڑے گا۔ آپ نہیں کریں گے تو اکرم اعوان کی ضرورت نہیں ہے اب آپ کی ویسے ہی چھٹی ہونے والی ہے۔ ہم نئے آنے والے سے نبٹ لیں گے، ہمیں جانے والوں کے ساتھ سر پھوڑنے کی کیا ضرورت ہے اگر آپ اسلامی معاشی نظام کی طرف نہیں آتے، اگر آپ ان مظلوموں، مقتولوں اور بے کسوں کو عدل نہیں دیتے، اگر آپ ان غریبوں پر یہ ٹیکسوں کا بوجھ کم نہیں کرتے تو آپ ویسے ہی جانے والے ہیں۔ آپ کے کوچ کا نقارہ بج چکا ہے۔ اگر آپ کے کانوں میں آواز پڑتی ہے تو کراچی کے مقتولوں کو دیکھئے، پشاور کی قتل و غارت گری کو دیکھئے، لاہور میں لگائی گئی آگ کو دیکھئے اور کم از کم راولپنڈی میں بلاسٹ ہونے والے بم کا دھماکہ تو سن لیجئے۔ یہ ساری قتل و غارت جنرل صاحب مغرب کے اس منصوبے کا حصہ ہے جس کے نتیجے میں پرویز مشرف صاحب! وہ آپ کو رخصت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے جو کام مغرب لینا چاہتا تھا وہ لے چکا اب آپ اس کے کسی کام کے نہیں ہیں۔ آپ کو اب جانا ہوگا۔ ہم نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کی تھی کہ آپ ہم سے اچھے مسلمان ہیں اسلام نافذ کر دیجئے اگر آپ اس بات پر خفا ہیں تو اللہ آپ کو سمجھ دے اور خدا آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اپنے کانوں سے سن سکیں۔

آخری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے نام نہاد دانشور، ہمارے نام نہاد ایجوکیٹڈ، نام نہاد شرفاء اسلام سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ ان کے نام اسلامی اور کردار غیر اسلامی ہے۔ غریب کو اسلام سے اس لئے محبت ہے کہ اسے ظالمانہ نظام نے لوٹ لیا ہے۔ غریب کے پاس اب کھونے کے لئے بچا کیا ہے؟ غریب کے گھر میں کیا بچا ہے جس کے کھو جانے سے وہ ڈرے گا؟ غریب کو کچھ نہیں کھونا اور اسلام غریب سے لیتا نہیں غریب کو دیتا ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول ہے کہ قوم کے امراء سے لیا جائے اور قوم کے فقراء کو دیا جائے۔ غریب کو تو اسلام سلامتی دیتا ہے، امن دیتا ہے، آبرو کا تحفظ دیتا ہے، علم

میں نے کبھی کسی مسلمان کو کافر کہنے کی جسارت نہیں کی اور نہ ایسا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

عطا کرتا ہے، عدل عطا کرتا ہے اور دنیا کے ساتھ آخرت کی کامیابی بھی عطا کرتا ہے۔

مجھے جنرل صاحب آپ کی بے خبری پر بہت دکھ ہوا ہے۔ خدا اس قوم اور اس ملک کی حفاظت فرمائے جس کے حکمران اس کے رہنے والوں کے حال سے اس قدر بے خبر ہیں۔ میری بات صرف ملکی سطح پر نہیں بین الاقوامی سطح پر سنی گئی اور اسکی گونج ابھی تک بین الاقوامی اداروں میں باقی ہے اور انشاء اللہ رہے گی۔ جنرل صاحب آپکے کان تک نہیں پہنچی۔ آپ کو صرف یہ بتایا گیا کہ اکرم اعوان کہتا ہے یہ کافر ہے۔ کیا عجیب بات ہے، کیا بے تکی بات ہے۔ پاکستان بھر میں واحد تعلیمی ادارہ دارالعرفان میں ہے جس میں مسلمانوں کے ہر فرقے کے بچے پڑھتے ہیں اور کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ پاکستان بھر میں واحد ادارہ دارالعرفان ہے جس میں ہر مکتب فکر کا آدمی آتا ہے اور عزت اور آبرو کے ساتھ اپنی نماز اپنے طریقے سے ادا کر لیتا ہے، کوئی اسے تکلیف نہیں دیتا۔ پاکستان میں واحد تنظیم الاخوان ہے جس نے آج تک خلاف قانون کوئی کام نہیں کیا، جس کے خلاف آج تک کوئی شکایت نہیں ہے قانون شکنی کی۔ حتیٰ کہ الاخوان کے جلوسوں نے جو لاہور سے فیصل آباد تک گئے ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی بھی نہیں کی۔ اگر جنرل پرویز مشرف صاحب آپ ہمیں بھی نہیں جانتے تو پھر آپ جانتے کس کو ہیں۔ پھر آپ کو شاید یہ بھی پتہ نہیں ہوگا کہ آپ کی حکومت جانے والی ہے۔ میں آپ کو علی الاعلان بتا رہا ہوں کہ اب امریکہ آپ سے مزید کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، اب وہ آپ کو رخصت کریگا اور رخصت کے یہ نقارے آپ کی رخصت کی تیاریاں ہیں جو کراچی میں فساد ہو رہے ہیں، جو پشاور میں قتل و غارت ہوئی، جو لاہور میں بم پھٹے اور جو تباہی پنڈی میں آئی، یہ آپ کی رخصت کی تیاریاں ہیں۔ یہ سارے بینڈ باجے جنرل پرویز مشرف صاحب! آپ کی بارات کے لئے بج رہے ہیں، آج بھی موقع ہے۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہئے۔ میں تو مزدور آدمی ہوں میں تو روکھی سوکھی کھانے والا اور زمین پر سونے کا عادی ہوں۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہئے میں تو اپنے اللہ سے مانگتا ہوں اور اس سے مانگتا رہوں گا اور

اس نے مجھے دوسروں سے مانگنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کاش آپ کو بھی یہ ڈھنگ آجاتا تو آپ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے مانگنے نہ جاتے۔ مجھے کچھ نہ دیں اپنی جان بچائیں اور اسلامی معاشی نظام لائیں' اسلامی عدل لائیں' اسلامی تعلیمی نظام لائیں' بے کسوں اور بے نواؤں کی داد رسی کریں' مفلوک الحال لوگوں کو امداد دیں' بے روزگاروں کو بے روزگاری الاؤنس دیں بے گھر لوگوں کو گھر بنا کر دیں اور یہ سب کچھ اس ملک کے اپنے وسائل سے ممکن ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ جنرل صاحب! اللہ آپ کو کم از کم صحیح اطلاعات حاصل کرنے کی توفیق تو دے۔ اور اگر صحیح فیصلے کرنے کی توفیق دے دے تو یہ تو اس کا آپ پر مزید احسان ہوگا۔ ہم اس کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیے! ہم جو بھی کرتے ہیں خلوص کے ساتھ' اللہ کی رضا کے لئے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق کرتے ہیں۔ کوتاہیاں ہم سے بھی ہوتی ہیں' ہم بھی خطا کار ہیں لیکن ہمارے خلوص پہ آپ بدگمان نہ ہوں۔ اللہ اس ملک پر اسلام نافذ کرے گا' یہ میرا عقیدہ ہے یہ میرا گمان نہیں ہے۔ یہ میرا ایمان ہے یہ میرا گمان نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کا تجزیہ کیا جائے تو ماحصل یہ ہے کہ اسی سرزمین سے احیائے اسلام ہوگا۔ اور انشاء اللہ پاکستان اسلامی ریاست بنے گی۔ آپ کشمیر کی باتیں کرتے ہیں امریکہ اس کے لئے تیسرا آپشن کی بات کرتا ہے امریکہ اسے اپنا اڈا بنانا چاہتا ہے اور نیو ورلڈ آرڈر ایشو کرتا ہے لیکن نہ صرف کشمیر بلکہ سارا ہندوستان اسلامی ریاست ہوگا انشاء اللہ العزیز اور یہ عظیم ریاست روئے زمین پر اسلام کے پھیلنے کا سبب بنے گی۔ جنرل صاحب! آپ کر گزریں اللہ آپ کو اس کی سعادت دے۔ آپ نہیں کریں گے وہ کسی اور سے کرا لے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دے بصارت کو رسائی حسن کے دربار تک
سر جھکا کر دیکھ لوں اس گنبد و مینار تک
اک تھکا ہارا مسافر جیسے منزل یاب ہو
یوں غزل پہنچی ہے نعت سید ابرار تک
ہے اسی در کی عطا ہر مرحلہ تعمیر کا
سوچ ہے تجسیم تک ' گفتار سے کردار تک
دوسرا کوئی نہیں جیسا مرا محبوب ہے
عشق جا پہنچا ہے اب تخلیق کے شہکار تک
زندگی کے بھید مجھ پر یک بیک کھلنے لگے
جب رسائی ہو گئی اک صاحب اسرار تک
خلد کے ماحول میں رہتا ہے ان کا نعت گو
خواہش مدحت سے اختر مدحت سرکار تک

محمد مسعود اختر

المرشد کی کہانی ــــ المرشد کی زبانی

الحمد للہ المرشد کے قارئین کا حلقہ احباب پہلے سے بہت وسیع ہو گیا ہے۔ بہت سے نئے ساتھی بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان کی دلچسپی اور آگاہی کے لئے کہ "المرشد کیسے شروع ہوا" ہم نے جناب پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب سے جو "المرشد" کے پہلے چیف ایڈیٹر رہے ہیں سے درخواست کی کہ وہ ہمارے نئے قارئین کے لئے المرشد کی شروعات کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ انہوں نے مالی مہربانی سے "المرشد کی کہانی ۔۔۔ المرشد کی زبانی" بھجوائی ہے جو پیش خدمت ہے۔

کسی نے کام شروع کرنے میں کتنی پیچیدگیاں اور دشواریاں ہوتی ہیں وہ تو وہی جانتا ہے جو ان مراحل سے گزرتا ہے۔ اگر ان مشکلات کو کسی کے گوش گزار کیا جائے تو وہ ہی صابر ہو جاتا ہے۔ لیکن پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب کی بذلہ سنجی نے اس خشک مضمون کو جس انداز سے بیان کیا ہے جی چاہتا ہے کہ وہ کہتے جائیں اور ہم سنتے جائیں۔ کاش وہ اسے مزید تفصیل سے لکھتے۔ (ادارہ)

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

سال 1978ء کے اواخر کی بات ہے احباب کی ایک محفل میں ایک تجویز پیش ہوئی کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا ایک ماہنامہ ہونا چاہئے جس میں سب سے پہلے تصوف و سلوک کا مسلمان کی روزمرہ زندگی کے ساتھ تعلق اور تعمیر سیرت کے موضوع پر روشنی ڈالی جائے اور اسلامی تصوف کو رہبانیت کی تہمت سے پاک ثابت کیا جائے پھر اس سے متوسلین کی اصلاح و تربیت کا کام بھی لیا جائے اور دین حق کی تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کیا جائے۔ تجویز پر غور ہونے لگا اور بات حضرت شیخ المکرم (مولانا اللہ یار خانؒ) تک پہنچی۔ حضرت نے پسند فرمایا۔

اس سلسلے میں دفتری کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس میں سب سے پہلا مرحلہ ڈیکلریشن لینے کا تھا اور اس کے لئے چیف ایڈیٹر کا نامزد کرنا ضروری تھا۔ اور ہوا یہ کہ

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اور میں نہ عالم نہ مبلغ نہ روحانی تربیت کے فن سے واقف نہ ادیب نہ صحافی۔ بات الجھ گئی مگر جلد ہی حضرت شیخ مکرم کی خصوصی توجہ سے کام شروع کر دیا گیا۔ اور المرشد کا پہلا شمارہ 18 دسمبر 1979ء کو چکوال سے احباب کے نام پوسٹ کر دیا گیا۔

بات ایک دن کی تو نہیں تھی کہ پہلا شمارہ پوسٹ ہو گیا۔ اصل بات یہ تھی ہر مہینے اتنا مواد کہاں سے ملے گا۔ فقراء کی جماعت میں نہ کوئی ادیب نہ صحافی۔ کام کیسے چلے گا۔ چنانچہ کام چلانے کا پروگرام یوں بنا:۔

(1) المرشد کا مقصد ہدایت و معرفت کی روشنی پھیلانا ہے اس لئے پاور ہاؤس پر توجہ مرتکز ہوگئی۔ اور اس کا التزام کیا گیا کہ حضرت شیخ کی علمی مجالس اور روحانی مجالس میں آپ کے جو بیانات اور ملفوظات ہوتے تھے انہیں "باتیں ان کی خوشبو خوشبو" کے عنوان سے سرفہرست رکھا جائے چنانچہ احباب نے اس سلسلہ میں بڑا تعاون کیا۔

(2) قاعدہ ہے کہ پاور ہاؤس سے جب کرنٹ پھیلائی جاتی ہے تو اس کے لئے Step Down Transformer کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اس ضرورت کو یوں پورا کیا گیا کہ موجودہ شیخ سلسلہ حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کی ذات سے یہ کام لیا گیا چنانچہ ہر پرچے میں آپ کے کئی مضامین شامل ہونے لگے۔

(3) علم و عرفان کی یہ دولت قدیم مشائخ سے بٹتی چلی آرہی ہے وہی اس کے مبلغ ہیں چنانچہ ان حضرات کی تعلیمات سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی بالخصوص زمانہ حال کے بہترین مربی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف سے بہت استفادہ کیا گیا۔

(4) ان کے علاوہ یہ عاجز چیف ایڈیٹر، ابوسعید اور سیالانی نے پورا پورا تعاون کیا اور الحمد للہ کام چل پڑا۔

اس سلسلے میں اچانک ایک حادثہ پیش آیا جو بعد میں ایک لطیفہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ 82ء کی بات ہے کہ مجھے بیرون ملک

طرف سے سمن ملے کہ فلاں تاریخ کو گجرات لیبر کورٹ کے سامنے پیش ہو۔ میرے لئے عدالت میں پیشی کا تصور ہی ایک انوکھی اور بھیانک خبر تھی۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ مقررہ تاریخ پر گجرات گیا ایک پرانے رفیق سے ملا اسے بتایا کہ مجھے تو عدالت میں پیش ہونے کا چج ہی نہیں انہوں نے تسلی دی کہ کوئی بات نہیں المرشد کے متعلق کوئی کاغذی کارروائی ہوگی گھبرانے کی کوئی بات نہیں خیر حوصلہ کر کے اندر گیا متعلقہ کلرک سے ملا۔ اس نے ایک پروفارما دیا کہ یہ پر کر کے لا میں اگلی کارروائی پھر بتاؤں گا۔ فارم کا مطالعہ کیا تو چکرا گیا کہ اتنے خانے پر کرنا بجائے خود ایک مشقت ہے پھر اس کے مطابق کام کرنا تو محال ہے کوائف کچھ اس طرح تھے المرشد کا دفتر کہاں ہے۔ سٹاف کتنا ہے۔ ہر ایک ملازم کی تنخواہ کتنی ہے اوقات کار کیا ہیں۔ چھٹیاں کتنی ہوتی ہیں ملازمین کیلئے سہولتیں کیا کیا ہیں وغیرہ اس قسم کے بے شمار سوال۔ میں نے کلرک سے کہا کہ مجھے صاحب سے کچھ کہنا ہے۔ وہ کہنے لگا پہلے یہ فارم پر کر کے دیں پھر صاحب سے کہنے کا سلسلہ شروع ہوگا۔ میں نے منت کی کہ اس ترتیب کو الٹ دو۔ پہلے مجھے صاحب سے کچھ کہنے دو پھر فارم پر کرونگا خیر وہ آخر مان گیا اور مجھے صاحب کے پاس لے گیا۔ میں نے سلام کیا اور بات شروع کردی کہ اس فارم میں تو بے شمار کوائف کا مطالبہ ہے اور میری داستان بڑی مختصر ہے براہ کرم پہلے وہ سن لیں۔ صاحب نے کہا ہاں کہئے۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ سر! المرشد کا دفتر میری مسجد کا ایک تنگ و تاریک حجرہ ہے اور المرشد کا سٹاف، چیف ایڈیٹر، ڈسپیچر تک یہ جان ناتواں جو آپ کے سامنے ہے۔ تنخواہ کے بارے میں مالک نے یقین دہانی کرائی ہے کہ **ومامن دابة فی الارض الاعلی الله رزقها** ۔ یہ اصولی بات ہے اور مجھے فرمایا **نحن نرزقک والعاقبة للتقوی** یعنی تجھے رزق ہم دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے تو بس عاقبت پر نگاہ رکھ اور تقوی کی روش اختیار کئے رکھ رہا چھٹیوں کا معاملہ تو یہ اصول یاد رکھ

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اور جہاں تک سہولتوں کا تعلق ہے اللہ کریم نے اس کام کیلئے ہر طرح کی سہولتیں عطا کر رکھی ہیں۔

یہ سن کر صاحب کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے اتنا Esteblished میگزین ہے اور یوں چل رہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس "کیسے" کا مسئلہ صرف اس طرح حل ہوسکتا ہے کہ آپ اپنا ایک اہلکار مجھے دے دیں وہ ایک مہینہ میرے پاس رہے۔ واپس آکر آپ کو تفصیلی رپورٹ پیش کر دے گا صاحب مسکرا کر کہنے لگا۔ اچھا چھوڑیئے اس فارم کو ایک Statement دے دیں میں آپکو لکھاتا ہوں۔ چنانچہ صاحب بولتا گیا اور میں لکھتا گیا اب پوری تو یاد نہیں کچھ اس طرح تھی۔

یہ کوئی کاروباری سلسلہ نہیں بلکہ ایک دینی اصلاحی اور تصوف وسلوک کا ماہنامہ ہے۔ سلسلہ کے متوسلین رضاکارانہ طور پر سارے کام کرتے ہیں اور عبادت سمجھ کے کرتے ہیں کوئی تنخواہ دار عملہ نہیں۔۔۔۔

یہ مرحلہ یوں طے ہوا اور کئی برس تک المرشد باقاعدگی سے چکوال سے جاری ہوتا رہا۔

میں فروری 69ء میں گورنمنٹ کالج سے ریٹائر ہو کر پنشن پر آیا تھا۔ اور اب عمر کے اس حصے تک پہنچ گیا تھا جس کے متعلق خود خالق نے فرمایا۔ **دمنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لالیلم بعد علم شیاء** ۔ یعنی کچھ ایسے بھی ہیں جو اس عمر تک لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی کچھ نہ جانیں۔

جولائی 1989ء میں المرشد چکوال سے لاہور منتقل ہوا تاکہ طباعت اور دیگر درپیش مسائل سے نبرد آزما ہوا جاسکے۔ اور ایک جواں سال اور جواں ہمت صحافی جناب تاج رحیم صاحب المرشد کی ادارت کے فرائض ادا کرنے پر مامور ہوئے۔ انہوں نے المرشد کو واقعی ایک قابل قدر ماہنامہ بنا۔ اگست 1997ء کو کچھ ذاتی وجوہات کی بنا پر وہ بیرون ملک تشریف لے گئے۔ جولائی 1998ء میں یہ ذمہ داری موجودہ مدیر چوہدری محمد اسلم صاحب کے سپرد ہوئی۔ آپ نے المرشد کی نہ صرف علمی ادبی اصلاحی روایات کو قائم رکھا بلکہ اس کے ظاہر کو ایسا پرکشش بنایا کہ ہر شمارہ دیکھ کر وہ لوگ بھی کہہ اٹھتے ہیں کہ میک اپ کر کے آتی ہے تو بالکل ریما لگتی ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

کلام شیخ

رہزن ہو تو لوٹا نہیں آج تلک کیوں؟
''رہبر ہو تو منزل کا پتا کیوں نہیں دیتے''
اک آس ملن کی ہے دل زار میں ہر دم
شعلہ سا لپکتا ہے بجھا کیوں نہیں دیتے؟
یا حسن کی خیرات سے بھر دیں مری جھولی
یا در سے مجھے آپ اٹھا کیوں نہیں دیتے؟
کہتے ہیں خدا سنتا ہے ہر ایک کی فریاد
تم اسکو دل زار صدا کیوں نہیں دیتے
مر جانے دو بیمار محبت کو مسیحا
یا وصل کی تم اس کو دوا کیوں نہیں دیتے؟
اس چاند کا چرچا ہے سر محفل عشاق
پردے کو ذرا رخ سے ہٹا کیوں نہیں دیتے؟
جو دن کے اجالے میں تمہیں آیا ہے ملنے
تم قصہ شب اس کو سنا کیوں نہیں دیتے؟
جب آگ لگائی ہے تو جل جانے دو سب کچھ
پھر اپنے ہی دامن سے ہوا کیوں نہیں دیتے؟
سیماب تڑپتا ہے تو بن جاتے ہیں قصے
دیوانے کو بستی سے اٹھا کیوں نہیں دیتے؟

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گرد سفر' نشان منزل' متاع فقیر' آس جزیرہ' دیدہ تر' کونسی ایسی بات ہوئی ہے اور سوچ سمندر شائع ہو چکے ہیں۔

سیماب اویسی

طالبنائزیشن

تحریر۔ حافظ عبدالرزاق

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ پتھر اور دھات کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اور ہر دور کی کوئی خصوصیت ضرور ہوتی ہے۔

موجودہ دور کو صنعتی اور ایٹمی دور کہتے ہیں دین و مذہب کے حوالے اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ ''ینگ بدھو وارث اسلام ہے۔''

اس وراثت کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ ینگ بدھو اپنی ذات کے لئے اصطلاح اپناتا ہے ''روشن خیالی'' اور اس کے تقابل کے لئے اصطلاح لازماً تاریک خیالی ہونا ضروری ہے اس کے لئے اس کی نگاہ دین اسلام پر پڑتی ہے مگر براہ راست اسلام کو تاریک خیالی کہنے کے لئے اعلیٰ درجے کی ڈھٹائی کی ضرورت ہے اس کے لئے ایک دانشورانہ تدبیر کی ایک نئی اصطلاح وضع کر لی اور وہ ہے ''ملا ازم'' روشن خیالی مخلوق کا قدیم ترین ورثہ ہے یہ میراث مناسب وارث تک پہنچتی رہتی ہے۔ جہاں سے یہ میراث چلی ہے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک عارف نے کہا ہے کہ

شیطان کو ہے سوجھتی ہر دم نئی نئی
گو ہے سیاہ کار پر روشن دماغ ہے

کچھ روز پہلے ایک روشن خیال کے متعلق پڑھا تھا کہ ملا ازم کیلئے ایک نئی اصطلاح وضع کی ہے اور وہ ہے ''طالبنائزیشن'' واقعی یہ اجتہاد ادب کی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ ادب میں اسلام کے حوالے سے اس روشن خیال طبقہ نے حال ہی میں ایک اور اضافہ کیا تھا جب فرمایا تھا کہ

اذان بج رہا ہے

مشہور زمانہ تصنیف زاد المعاد جلد اول میں دین اسلام کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو ابوالحسن ندوی نے اپنی تازہ تصنیف ''دستور حیات'' میں اختصار کے ساتھ درج کی ہیں۔ ان میں تیسری خصوصیت اس کتاب سے نقل کی جاتی ہے تاکہ طالبنائزیشن کی حقیقت واضح ہو جائے۔

دین کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ان عقائد، دعوت و پیغام اور شریعت کے بارے میں جس کو وہ لے کر آتے ہیں، بڑے غیور اور ذکی الحس واقع ہوتے ہیں، وہ کسی حال میں بھی (خواہ دعوت کی مقبولیت اور کامیابی کی مصلحت ہی کا تقاضا کیوں نہ ہو) اس کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ اپنی دعوت اور شریعت میں کوئی ترمیم یا تغیر و تبدل گوارہ کر لیں، ان کے یہاں مداہنت اور تبدیلی موقف کی گنجائش نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین.

پس جو حکم تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے وہ سنا دو اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو۔

نیز ارشاد ہے۔

اے پیغمبر! جو ارشادات تم پر خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کے پیغام پہنچانے سے قاصر رہے اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

نیز فرمایا:

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا موقف توحید بلکہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد، حتیٰ کہ دین کے ارکان و فرائض کے بارے میں بھی لچکدار اور مصالحانہ موقف نہ تھا، جو سیاسی قائدین کا (جو بزعم خود اپنے کو حقیقت پسند اور عملی انسان سمجھتے ہیں) ہر زمانہ میں طرہ امتیاز رہا ہے، شہر طائف کے فتح ہو جانے کے بعد قریش کے بعد عرب کے دوسرے سربرآوردہ قبیلہ ثقیف کا وفد اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، اور یہ درخواست کرتا ہے کہ لات نامی صنم کو (جس کی وجہ سے طائف کو مکہ کے بعد مرکزیت اور تقدس حاصل تھا) تین سال تک اپنے حال پر رہنے دیا جائے اور دوسرے اصنام کیطرح اس کے ساتھ معاملہ نہ کیا جائے، رسول اللہ ﷺ صاف انکار فرما دیتے ہیں، وفد کے لوگ دو سال، پھر ایک سال کی مہلت مانگتے ہیں، آپ مسلسل انکار فرماتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس پر اتر آتے ہیں کہ ہمارے طائف واپس جانے کے بعد صرف ایک مہینہ کی مہلت دے دی جائے، لیکن آپ ان کی آخری درخواست قبول فرمانے کی بجائے ابوسفیان بن حرب (جن کی طائف میں رشتہ داری تھی) اور قبیلہ ثقیف ہی کے ایک فرد مغیرہ بن شعبہ کو مامور فرماتے ہیں کہ وہ جائیں اور لات اور اس کے معبد کو ڈھا دیں، اہل وفد ایک درخواست یہ بھی کرتے ہیں کہ انہیں نماز سے معاف رکھا جائے آپ فرماتے ہیں، اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں، اس گفتگو سے فارغ ہو کر وہ اپنے وطن واپس لوٹتے ہیں اور ان کے ساتھ ابوسفیانؓ اور مغیرہؓ بھی جاتے ہیں، اور لات کو ڈھا دیتے ہیں اور پورے قبیلہ ثقیف میں اسلام پھیل جاتا ہے، یہاں تک کہ پورا طائف مسلمان ہو جاتا ہے۔

تنظیم الاخوان

کے

امیر محمد اکرم اعوان

کے بیانات

اخبارات کی روشنی میں

از یکم اپریل تا 15 مئی 2001ء

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC CERTIFIED پاکستان کے ہر روزنامے سے زیادہ

THE DAILY JANG LAHORE

روزنامہ جنگ لاہور

بانی میر خلیل الرحمٰن

پیر 28 محرم الحرام 1422ھ 23 اپریل 2001ء 11 بیساکھ 2058 ب

حکومت کی ناکامی پر لوگ سابق حکمرانوں کو یاد کرنے لگے' اکرم اعوان

ضلعی حکومتوں کے ڈرامے کی بجائے مہنگائی' سود' ناانصافی ختم کرنے کی ضرورت ہے

لاہور (پ ر) تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے دالعرفان منارہ میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت غریب عوام کے مسائل حل کرنے میں یکسر ناکام رہی ہے جس کی وجہ سے اب لوگ سابقہ حکمرانوں کو یاد کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ضلعی حکومتوں کے ڈرامے کرنے کی بجائے سود' مہنگائی اور ناانصافی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مالیاتی اداروں کی ریموٹ کنٹرول غلامی اور سودی معیشت سے نجات حاصل کئے بغیر ملک مسائل کے گرداب سے نکل نہیں سکے گا۔

DAILY KHABRAIN

روزنامہ خبریں لاہور

چیف ایڈیٹر ضیا شاہد

سوموار 21 محرم الحرام 1422ھ 16 اپریل 2001ء 4 بیساکھ 2058 ب

جشن دیوبند فراڈ تھا' مقصد وزارتیں لینا ہے' اکرم اعوان

چندے جمع کر کے پیش کرنے والے دین کو اقتدار کیلئے سیڑھی بنانا چاہتے ہیں

لاہور (پ ر) جشن دیو[illegible] محض فراڈ تھا۔ وارثان دیوبند بتائیں کہ وہ رو[illegible] جو اکابرین دیوبند نے پھیلائی تھی۔ صحابہ کرامؓ [illegible] سوں سے نہیں کردار و عمل سے اسلام پھیلایا تھا۔ عوام [illegible] ظلم اور ناانصافی کا شکار ہیں۔ لیڈروں اور مولویو[illegible] تقریروں اور تصویریں شا[illegible] نعروں سے عام آدمی کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم الاخوان اور مجلس اکابرین ملت پاکستان کے امیر محمد اکرم اعوان نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

DAILY
KHABRAIN
روزنامہ خبریں لاہور
چیف ایڈیٹر
ضیا شاہد

پیر 12 صفر المظفر 1422ھ 7 مئی 2001ء 25 بیساکھ 2058 ب

بعض مولوی پیسے لیکر امریکہ اور بھارت کیلئے کام کر رہے ہیں: اکرم اعوان

ایران اور دوسرے ممالک سے رقم لینے والے علماء کرام اس لین دین کو ثواب سمجھتے ہیں' غیر سودی نظام بارے سرکاری نیت میں فتور نظر آتا ہے

لاہور (پ ر) تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے کہا ہے کہ بعض دینی جماعتوں کے سربراہ اور علماء امریکہ اور بھارت سے پیسے لے کر ان کے مفادات کیلئے کام کر رہے ہیں۔ ایران اور دیگر ممالک سے رقم لینے والے علماء کرام تو اس لین دین کو عین ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ دوسرے ممالک پاکستانی مولویوں کو پیسے دیکر ان سے مخصوص مقاصد کیلئے کام کرواتے ہیں۔ اس امر کا اظہار انہوں نے الاخوان کے روحانی مرکز دارالعرفان منارہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق سودی نظام کے خاتمے کی سرکاری دستاویزات کی تکمیل اور مسودہ کی تیاری کے باوجود ابھی تک چیف ایگزیکٹو نے اس کی منظوری نہیں دی۔ یکم جولائی سے غیر سودی نظام رائج کرنے کا جو اعلان کیا گیا تھا اس پر عمل درآمد کے سلسلہ میں حکومت کی نیت میں فتور نظر آرہا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے حکمرانوں کو پوری طرح قابو کر لیا ہے اور حکومت قوم کو عالمی ساہوکاروں کے شکنجے میں پھنساتی جا رہی ہے۔

AN EXCLUSIVE BUSINESS NEWSPAPER A.B.C. Certified

Daily YARN Faisalabad

ڈیلی یارن فیصل آباد

چیف ایڈیٹر محمد اسلم

Ph & Fax: 668819

جلد 6 | بدھ 16 محرم الحرام 1422ھ 11 اپریل 2001ء | قیمت 3 روپے | شمارہ 45

چیف ایگزیکٹو کے احکامات پر بھی حسب منشا عمل کرنیوالے بیوروکریٹس میٹرک پاس ناظمین کو کیا اہمیت دیں گے' امیر الاخوان

ضلعی حکومتوں کا نظام قابل عمل نہیں مشرف اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں

نئے نظام کا ڈھونگ وقت گزاری کیلئے رچایا گیا' وزارت خزانہ کس قانون کے تحت ضلعی حکومتوں کو فنڈ دیگی: آج مولوی کو منبر رسول کی عظمت کا احساس نہیں' منارہ میں خطاب

فیصل آباد (پ ر) تنظیم الاخوان اور مجلس اکابرین ملت پاکستان کے امیر محمد اکرم اعوان نے کہا ہے کہ فوجی حکومت نے محض وقت گزاری کیلئے ضلعی حکومتوں کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ اس امر کا اظہار انہوں نے الاخوان کے روحانی مرکز دار العرفان منارہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ وزارت خزانہ کس قانون کے تحت ضلعی حکومتوں کو فنڈز دے گی؟ میٹرک پاس ناظم کے احکامات کی تعمیل سی ایس پی افسر کیسے کریں گے؟ وہ تو جنرل مشرف کے احکامات پر بھی اپنی مرضی سے عمل کرتے ہیں۔ حکومتوں کا یہ نظام کوئی قابل سسٹم نہیں ہے۔ اس کے ذریعے حکومت صرف اپنے دن لمبے کرنا چاہتی ہے۔ امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ ایک دینی سیاسی لیڈر نے ضلعی انتخابات کے حوالے سے وزیر اعظم بننے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس عہد کے مولوی کو حکومت کی کرسی کا خیال تو ہے لیکن منبر رسول کی عظمت کا احساس نہیں ہے۔

"ڈیلی یارن" 14 مئی 2001ء بروز سوموار

سود نے معیشت برباد کر دی، قوم اسلامی مالیاتی نظام چاہتی ہے مگر حکمران امریکہ IMF اور ورلڈ بینک سے خوفزدہ ہیں، امیر الاخوان

یو بی ایل نے حکومتی ایما پر سپریم کورٹ میں نظر ثانی اپیل دائر کی

حکومت سود ختم نہیں کرنا چاہتی

اکرم اعوان

اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کیلئے حکومت نے الیکشن کا ڈرامہ رچایا، ہر تیسرا آدمی ناظم یا کونسلر بننا چاہتا ہے، عورتیں گھر چھوڑ کر سیاست کرنے لگیں تو ناقابل تلافی نقصان ہوگا

الاخوان نفاذ اسلام کیلئے ہوم ورک مکمل کر چکی ہے، ہم اپنی پیشکش پر قائم ہیں، مشرف اسلامی نظام نافذ کریں، قرضوں سمیت مالیاتی مسائل سے ہم نمٹیں گے، چیف ایڈیٹر ڈیلی یارن سے فون پر گفتگو

فیصل آباد (وقائع نگار) تنظیم الاخوان اور مجلس اکابرین ملت کے سربراہ مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا ہے کہ میں مشرف حکومت نے یکم جولائی تک ملک میں بلاسود معیشت کے نفاذ کا وعدہ پورا نہ کیا تو ہمارے کارکن سردھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے جذبے ابھی تک جوان ہیں۔ نفاذ اسلام پاکستان کا مقدر ہے اور ہم اس حوالہ سے قطعاً" مایوس نہیں ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے چیف ایڈیٹر ڈیلی یارن محمد اسلم سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ سود نے قومی معیشت برباد کر دی ہے پوری قوم کو اس حقیقت کا ادراک ہے اسی لئے عوام اسلامی مالیاتی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں مگر محسوس ہوتا ہے کہ حکمرانوں کی نیت درست نہیں۔ یو بی ایل نے حکومتی ایماء پر سود کے متعلق سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل دائر کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران آئی ایم ایف' امریکہ اور ورلڈ بنک سے ڈرتے ہیں' مجھے افسوس ہے کہ جنرل مشرف اور ان کے ساتھیوں نے شریف خاندان سمیت اسلام سے غداری کرنے والے سابق حکمرانوں کے برے انجام سے بھی سبق نہیں سیکھا۔ ملک کی سیاسی صورت حال پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکمرانوں نے قوم کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کے لئے بلدیاتی الیکشن کا ڈرامہ رچایا ہے جو کافی حد تک کامیاب رہا۔ ہماری قوم ناسمجھ ہے اسی لئے ہر تیسرا آدمی ناظم یا کونسلر بننے کے چکر میں ہے انہوں نے کہا کہ عورتیں گھر چھوڑ کر سیاست کرنے لگیں تو ہمارے سماجی ڈھانچے کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ انہوں نے بتایا کہ ملک میں نفاذ اسلام کے حوالے سے تنظیم الاخوان ہوم ورک مکمل کر چکی ہے ہم اپنی اس پیش کش پر قائم ہیں کہ جنرل مشرف اسلامی نظام نافذ کر دیں تو انہیں تمام شعبوں میں مکمل معاونت فراہم کی جائے گی بلکہ بیرونی قرضوں سمیت تمام مالیاتی مسائل بھی الاخوان حل کرے گا۔

AN EXCLUSIVE BUSINESS NEWSPAPER A.B.C. Certified

Daily YARN Faisalabad

چیف ایڈیٹر
محمد اسلم

ڈیلی یارن
فیصل آباد

Ph & Fax: 668819

جلد 6 | سوموار 12 صفر 1422ھ 7 مئی 2001ء 25 بیساکھ 2058 | قیمت 3 روپے | شمارہ 66

حکومت سودی نظام ختم کرنے میں مخلص نہیں، اکرم اعوان

عالمی اداروں نے حکمرانوں کو پوری طرح قابو کر لیا' اسلامی معیشت بارے دستاویزات مکمل ہیں' مشرف نے منظوری نہیں دی

علما نے دین کو مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا' بعض دینی جماعتوں کے سربراہ امریکہ اور بھارت کے زر خرید ایجنٹ ہیں

سعودی عرب اور ایران سے رقوم لینے والے اسے کو ثواب سمجھتے ہیں' علماء ہوس اقتدار چھوڑ کر نفاذ اسلام کی خاطر جدوجہد کریں

لاہور (آن لائن) تنظیم الاخوان اور مجلس اکابرین ملت پاکستان کے امیر محمد اکرم اعوان نے کہا ہے کہ بعض دینی جماعتوں کے سربراہ علماء امریکہ اور بھارت سے پیسے لیکر ان کے مفادات کیلئے کام کر رہے ہیں ایران اور سعودی عرب سے رقم لینے والے علمائے کرام تو اس لین دین کو عین ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ دوسرے ممالک پاکستانی مولویوں کو پیسے دیکر ان سے مخصوص مقاصد کے لئے کام کرواتے ہیں اس امر کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز الاخوان کے روحانی مرکز دارالعرفان منارہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ بعض دینی شخصیات اور مذہبی جماعتوں نے دین کو ذاتی خواہشات کا ذریعہ بنا رکھا ہے یہ کرسی اور مفادات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں حالانکہ علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ حکومتی کرسی کی بجائے منبر رسول ﷺ کے حقیقی وارث بن کر نفاذ اسلام کیلئے میدان عمل میں آئیں انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق سودی نظام کے خاتمے کی سرکاری دستاویزات کی تکمیل اور مسودہ کی تیاری کے باوجود ابھی تک چیف ایگزیکٹو نے اس کی منظوری نہیں دی امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ یکم جولائی سے غیر سودی نظام رائج کرنے کا جو اعلان کیا گیا تھا اس پر عمل درآمد کے سلسلہ میں حکومت کی نیت میں فتور نظر آ رہا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے حکمرانوں کو پوری طرح قابو کر لیا ہے اور حکومت قوم کو عالمی ساہوکاروں کے شکنجے میں پھنساتی جا رہی ہے

AN EXCLUSIVE BUSINESS NEWSPAPER A.B.C.Certified

Daily YARN Faisalabad

ڈیلی یارن

چیف ایڈیٹر محمد اسلم

فیصل آباد

Ph & Fax: 668819

جلد 6 | جمعرات یکم صفر 1422ھ 26 اپریل 2001ء 14 بیساکھ | قیمت 3 روپے | شمارہ 58

معاشی بحالی کیلئے عالمی اداروں کی غلامی سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے

اکرم اعوان

فوجی حکومت عوامی مسائل حل کرنے میں بری طرح ناکام ہوئی' اسی لئے لوگ اب سابق حکمرانوں کو یاد کرنے لگے ہیں

ضلعی حکومتوں کا ڈرامہ رچانے کی بجائے' مہنگائی اور ناانصافی ختم کرنے کی ضرورت ہے' منارہ میں خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے دارالعرفان منارہ میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ حکومت غریب عوام کے مسائل حل کرنے میں یکسر ناکام رہی ہے جس کی وجہ سے اب لوگ سابقہ حکمرانوں کو یاد کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ضلعی حکومتوں کے ڈرامے کرنے کی بجائے سود' مہنگائی اور ناانصافی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہاکہ عالمی مالیاتی اداروں کی ریموٹ کنٹرول غلامی اور سودی معیشت سے نجات حاصل کئے بغیر ملک معاشی مسائل کے گرداب سے نکل نہیں سکے گا۔

AN EXCLUSIVE BUSINESS NEWSPAPER A.B.C.Certified

Daily YARN Faisalabad

ڈیلی یارن

چیف ایڈیٹر محمد اسلم

فیصل آباد

Ph & Fax: 668819

جلد 6 | منگل 22 محرم الحرام 1422ھ 17 اپریل 2001ء | قیمت 3 روپے | شمارہ 50

جشن دیوبند فراڈ تھا' مولویوں کی تقریروں سے مسائل حل نہیں ہوسکتے

اکرم اعوان

عوام ظلم اور ناانصافی کا شکار ہیں' کانفرنس کی تصویریں مسائل کی شدت کو کم نہیں کرسکتیں

وارثان دیوبند بتائیں' اکابرین کی پھیلائی ہوئی روشنی کہاں ہے' صحابہ نے جلسوں کی بجائے کردار سے اسلام پھیلایا

لاہور (نمائندہ خصوصی) جشن دیوبند محض فراڈ تھا وارثان دیوبند بتائیں کہ وہ روشنی کہاں ہے جو اکابرین دیوبند نے پھیلائی تھی۔ صحابہ کرام نے جلسے جلوسوں سے نہیں کردار و عمل سے اسلام پھیلایا تھا۔ عوام ظلم اور ناانصافی کا شکار ہیں۔ لیڈروں اور مولویوں کی تقریروں اور تصویریں شائع ہونے سے عام آدمی کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم الاخوان اور مجلس اکابرین ملت پاکستان کے امیر محمد اکرم اعوان نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

متنوع خوبیوں کی حامل شخصیات خال خال ہی ہوتی ہیں۔ انہی شخصیات میں سے ایک شخصیت امیر محمد اکرم اعوان کی ہے جو شاعر بھی ہیں اور ان کے کئی شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ وہ ادیب بھی ہیں' انہوں نے سفرنامے بھی لکھے' دینی موضوعات پر انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ وہ پیر بھی ہیں اور لوگوں کو اللہ اللہ کرنا سکھاتے ہیں' اور تصوف کے سلسلہ اویسیہ کے موجودہ جانشین ہیں۔ انہوں نے تعلیم و تربیت کا اپنی طرز کا ایک نظام صقارہ اکیڈیمی کے نام سے شروع کر رکھا ہے اور کئی شہروں میں سکول کھولے گئے ہیں جن میں اسلامی' دنیوی' عسکری تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ ایک بہت اچھے شکاری ہیں جو چلتی گاڑی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اڑتے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات اور دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں علاج کی غرض سے میڈیکل ٹیمیں بھجواتے ہیں۔ وہ ایک سیاح بھی ہیں جنہوں نے دنیا کا کوئی کونہ نہیں چھوڑا۔ وہ '' تنظیم الاخوان '' کے امیر بھی ہیں۔ ایک میدان ابھی تک ان کی دسترس سے باہر تھا مگر ایک نئی تحقیق کی بدولت وہ اس میدان یعنی میدان طب میں انٹر ہوگئے ہیں اور وہ نئی تحقیق ہے ایک ''ہیئر گارڈ آئل''

☆ مولانا محمد اکرم اعوان کا نو دریافت نسخہ ☆

O-------- نئے بال اگائے۔
O-------- بالوں کی ٹوٹ پھوٹ روکے۔
O-------- خشکی دور کرے۔
O-------- نیز بال چر اور دانے ختم کرے۔

'' ہیئر گارڈ آئل ''

قدرتی اجزاء سے بنا ہوا

پے چیک' ڈرافٹ وغیرہ اس نام اور پتے پر بھیج کر آرڈر کریں

اکرم اعوان۔ 87 بی' آرمی فلیٹ' سرفراز رفیقی روڈ' لاہور' کینٹ' فون : 042-6661701

ملنے کا پتہ۔ لاہور
99- اے' اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور
فون : 042-5180400

قیمت بوتل (250ml) 500 روپے
قیمت بوتل (500ml) 1000 روپے

ملنے کا پتہ۔ پنڈی
دار العرفان 220 گلی نمبر 12
چکلالہ سکیم۔ III پنڈی
فون : 051-5504575

کہتی ہے خلق خدا تجھے غائبانہ کیا

ملکی حالات سے آگاہی کے لئے حکومت نے کتنے ہی محکمے پال رکھے ہیں۔ ان اداروں کا کام عوام اور حکومت کے درمیان ایک پل کا سا ہوتا ہے۔ یہ عوام کے مسائل، کسی خاص مسئلہ پر عوام میں پائی جانے والی بے چینی اور عوامی رجحان وغیرہ وغیرہ کے سلسلہ میں حکومت کو مطلع کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں چونکہ ادارے بوجوہ تباہ ہو کر رہ گئے ہیں اس لئے کوئی بھی ادارہ اپنے فرائض درست طور پر سرانجام نہیں دے رہا۔ لہٰذا ''سب اچھا'' کی رپورٹیں اوپر جاتی ہیں اور عوام کے مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ معاشی ناہمواری کا یہ عالم ہے کہ مقتدر طبقے اور عام آدمی کے مسائل یکساں نہیں ہیں۔ ہماری قیادتیں چونکہ بیوروکریٹس، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں پر مشتمل ہوتی ہیں ان کی مخصوص ذہنیت عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے عوام کو دبا کر رکھنے میں فرحت محسوس کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترپن (53) سال گزرنے کے باوجود حکومت بنیادی ضروریات تک فراہم نہیں کر سکی۔ بلکہ ان خائن قیادتوں کا وجود دن بدن غریبوں کی زندگی مزید اجیرن بنا رہا ہے۔ لوگ اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں بھی لکھتے رہتے ہیں۔ جن میں سے ہم بطور نمونہ کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ خطوط بجا طور پر اتنے تلخ اور طویل ہوتے ہیں کہ انہیں من وعن شائع نہیں کیا جا سکتا۔ درج ذیل خطوط انہیں میں سے منتخب کئے گئے ہیں۔

جناب صدر پاکستان، چیف ایگزیکٹو پاکستان، چیف جسٹس پاکستان !

آپ کی زیر نگرانی قوم کو کیا ملا، فحاشی، عریانی، بے روزگاری، رشوت، سفارش، ظلم نا انصافی، انگریزی کلچر کی بھرمار، کاروبار ٹیکسوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے۔ اس ملک میں ہر کام ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب کا قانون اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت لاگو نہیں ہو سکتی۔ انگریزوں کی غلامی ہو سکتی ہے محبوب خدا ﷺ کی نہیں۔ آخر ہمیں قبر کی راتیں کیوں بھول گئی ہیں۔ آخر ایک دن اللہ تعالیٰ اور محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اس دن کیا منہ دکھاؤ گے۔

جرنیلوں، وزراء و دیگر وی۔آئی۔پی حضرات!

کیا زندگی اسی چیز کا نام ہے کہ کچھ لوگ رات دن کام کریں اور کچھ لوگ شرابیں پئیں کلبوں میں ڈانس کریں۔ کسی کو لاکھوں روپے ماہوار تنخواہ، ایکڑوں میں بنگلہ جات، بجلی فری، گیس فری، ٹیلی فون بل فری، گاڑیاں فری اور ملازموں کی کثیر تعداد اور کچھ لوگ دو وقت کی روٹی کو ترسیں۔ لوگ بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کر رہے ہیں۔ اللہ پاک نے جب بھی کسی نفس کو پیدا کیا اس کے مقدر کی روزی اسی وقت لکھ دی تھی۔ دینے والے نے کوئی کمی نہیں کی۔ صرف تقسیم غلط ہے۔ قانون بنانے والوں نے بے روزگاروں کو بھی نہیں چھوڑا، وہ بھی بجلی اور سوئی گیس کے بلوں پر ٹیکس دیں گے۔ کچھ تو انصاف کرو۔ اللہ پاک نے تو جانوروں کو بھی وافر رزق دیا ہوا ہے۔ ہم تو پھر اشرف المخلوقات ہیں۔ کچھ ہمارے حال پہ رحم کرو۔ یہ وقت دوبارہ نہیں ملے گا۔ نفاذ اسلام کا کام کر جاؤ۔ دنیا کے وی۔آئی۔پی کہلانے والو آخرت کے وی۔آئی۔پی بھی بن جائے۔

عبدالغفور۔ گجرانوالہ

اسی طرح محمود خالد نے لودھراں سے ''ہمارا عدالتی نظام اور اسلام'' کے عنوان سے ایک مضمون بھجوایا ہے، اس میں سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:-

''(اے نبی) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب) پر جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے (کتابیں) نازل کی گئیں لیکن (عمل کا حال یہ ہے کہ) اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لیجانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس (طاغوت) کو نہ مانیں (اور صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کی پیروی کریں) اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں راہ راست سے بھٹکا کر بہت دور پہنچا دے''۔

جو حاکم اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو نہیں مانتا

جو عدالت قانون الٰہی کو نہیں مانتی اللہ کی کتاب کو آخری سند نہیں سمجھتی وہ طاغوت ہی ہے۔ قرآن کی رو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت سے کفر دونوں لازم وملزوم ہیں اس لئے اللہ اور طاغوت دونوں کے آگے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے۔ (انوار القرآن جلد 3 صفحہ 386)

پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں طاغوت سے مراد وہ حاکم اور عدالت ہے جو احکام الٰہی کے خلاف مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔

(ضیاء القرآن جلد 1 صفحہ 357)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ یہاں صریح طور پر ''طاغوت'' سے مراد وہ حاکم ہے جو قانون الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور وہ نظام عدالت ہے جو نہ تو اللہ کے اقتدار اعلیٰ کے مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔

لہٰذا یہ آیت اس معنٰی میں بالکل صاف ہے۔ کہ جو عدالت ''طاغوت'' کی حیثیت رکھتی ہو اس کے پاس اپنے معاملات فیصلہ کے لئے لے جانا ایمان کے منافی ہے اور خدا اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا لازمی اقتضاء یہ ہے کہ آدمی ایسی عدالت کو جائز عدالت تسلیم کرنے سے انکار کردے۔ قرآن کی رو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت سے کفر دونوں لازم و ملزوم ہیں اور خدا اور طاغوت دونوں کے آگے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے۔

(تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 367)

ملکی مصائب اور ہمارا میڈیا

اس وقت ملک پاکستان بہت سے مصائب کا شکار ہے۔ گندم کے کھیت اجڑ گئے ہیں۔ انسانوں اور جانوروں پر موسمی اثرات نمایاں اثر انداز ہوئے ہیں۔

جہاں ملک اس قدر مصائب کا شکار ہے ہر بندہ پریشان ہے مسلمانوں کو یہ سمجھ کیوں نہیں آتی کہ ہم نے کہاں غلطی کی ہے جس کی وجہ سے ہم ان مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔

آج ہمارے میڈیا اور لوگوں کا یہ حال ہے جس ڈرامہ یا فلم میں زیادہ فحش پن ہوتا ہے اسے سپرہٹ کہا جاتا ہے' اخباروں کے صفحہ اول پر ناچنے گانے والوں کی رنگین تصویریں بنی ہوتی ہیں اور قرآنی آیت ایک کونے میں تھوڑی سی جگہ پر لکھی ہوتی ہے۔

ہمارا میڈیا خواتین کے حقوق لے کر بیٹھ جاتا ہے اور بدنام زمانہ خواتین کو لاکر سکرین پر بٹھا کر ان سے خواتین کے حقوق کی بات کرواتا ہے الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب و دین نے عورتوں کو حقوق نہیں دیئے۔

آج تک کسی حکومت نے ایمانداری سے کوئی فیصلہ ہی نہیں کیا اگر ایک بندہ ڈیم بنانے کا کہتا تھا تو دوسرا اسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیتا تھا آج تک ہماری حکومتوں نے ایک دوسرے کی حکومت گرانے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں کیا۔

میاں نعیم رمضان لاہور

ترقی اور تعلیم

رہی بات رسمی تعلیم کی' تو یہاں بھی ہم نے جو معرکہ مارا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے' تعلیم جو انسانی زندگی کے تمام ہی شعبوں کو منظم اور مربوط کرنے کا شعور پیدا کرتی اور یوں انسانی معاشرہ کی تنظیم کا موثر ترین وسیلہ بنتی ہے۔ اس کے ساتھ ہمارا سلوک یہ ہے کہ ہم ابھی تک اسے ایک ہی قومی نظام تعلیم کی صورت میں منضبط نہیں کر سکے' کہیں ''انگریزی ذریعہ تعلیم'' اور ''انگریزی لازمی'' کے ولائتی تدریسی ادارے ہیں جن کا نصاب بھی یورپ اور امریکہ سے آتا ہے اور جن میں طبقہ امرا اور حکمرانوں کے بچوں میں سلطانی کی نشوونما کی جاتی ہے' اور کہیں محکموں اور غلاموں کے لئے ٹاٹ سکول ہیں جہاں آقاؤں کو خوش رکھنے اور غلامی پر قانع رہنے کا سبق ازبر کرایا جاتا ہے' ملت کی ہم آہنگی اور یکجہتی کو پارہ پارہ کر کے باہم دگر متصادم طبقات میں تقسیم کر دینے والے ان سیکولر اداروں کے علاوہ دینی تعلیم کے ادارے بھی ہیں جن کے الگ وجود سے عام آدمی کا یہ تصور پختہ ہوتا ہے کہ دین اور دنیا زندگی کے الگ الگ دھارے ہیں جن کا انسان کی عملی اور بالخصوص اجتماعی زندگی سے کوئی تعلق نہیں اگر ہے تو اتنا' جتنا کہ حاکم وقت اجازت دے۔ یہ تمام صورت حال تعلیمی دنیا میں' بنیادی' مربوط اور فکر وعمل' ہر دو حوالوں سے کلی تبدیلی کی متقاضی ہے۔

پروفیسر عمر قادری' ملتان

من الظلمت الی النور

محمد شمعون

بطفیل سلسلہ عالیہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پستیوں سے اٹھا کر اپنی شناسائی عطا فرمادی ہنوز یہ جاننے سے قاصر ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت کیسے عطا کر دی اپنے پاس تو کوئی عمل نہ تھا۔

فیصل آباد کے دور دراز گاؤں میں آنکھ کھولی تو والد صاحب کے سائے اور دست شفقت سے اپنے کو محروم پایا۔ والدہ محترمہ کی گود سے ماں اور باپ دونوں کا پیار ملا۔ مگر والد کی رہنمائی سے محروم طبیعت میں کھلنڈرا پن آ گیا۔ البتہ سکول میں پوزیشن اچھی رہتی تھی۔ 1967ء میں جس میں ساتویں جماعت میں پڑھ رہا تھا تو ہمیں فیصل آباد گاؤں چھوڑ کر کامونکی منڈی ضلع گوجرانوالہ میں مستقل سکونت اختیار کرنا پڑی کیونکہ تمام رشتہ دار 1947ء میں انڈیا سے ہجرت کر کے ادھر آباد ہوئے تھے۔ لہٰذا مناسب سمجھا ادھر رہا جائے۔

گاؤں کے سادہ ماحول سے ادھر شہر کی رعنائیاں عجیب تجربہ تھا۔ تعلیم کا سلسلہ بحمداللہ چلتا رہا اور شہر کے دوستوں کے ساتھ گپ شپ' میلے ٹھیلے' پہلوانوں کے دنگل دیکھنا یوں لڑکپن کی بھول بھلیوں میں مگن رہے۔ چونکہ تعلیم اور امتحانات کو چیلنج کے طور پر قبول کیا تھا اس لئے ہر سال سالانہ امتحان میں اچھی پوزیشن آتی رہی اور ساتھ ساتھ خرافات بھی جاری تھیں۔ ایک دفعہ شہر کے وسط میں بریلوی عالم کا جلسہ تھا' حسب معمول دوستوں کے ساتھ سننے چلے گئے۔ سنا تھا بہت بڑا عالم ہے اور وہابیوں کے کڑا کے نکالتا ہے حوالہ جات کیلئے کتابوں کا ٹرنک پاس رکھتا ہے۔ ہم گئے جلسہ سنا مگر افسوس ہوا کیونکہ وہابیوں کے بارے ایسے ایسے الفاظ کہے گئے جنہیں لکھنے سے دل ڈرتا ہے جبکہ لوگ نعرے لگا رہے تھے اور واہ واہ ہو رہی تھی۔ میں بور ہو کر اٹھ آیا۔ ایک دفعہ کسی محفل میں جانے کا اتفاق ہوا تو کسی نے بتایا کہ سونے سے پہلے درود ابراہیمی کی اتنی تسبیحات کرنے سے نبی پاک ﷺ کا چالیس دن کے اندر دیدار نصیب ہو جاتا ہے۔ دن خرافات فلم بینی وغیرہ میں بسر ہوتے اور رات بستر پر سونے سے قبل تسبیحات شروع کر دیتا اور پھر سو جاتا۔ اسی طرح شب و روز گزر رہے تھے کہ ایک رات نیم غنودگی کی حالت میں میری زبان پر الفاظ تھے "کے گیاں گل مکدی نئیں جدوں تک دلوں نہ مکائیے" میں سمجھا یہ مجھے اشارہ ہے۔ دن بھر کی برائیوں سے سچے دل سے توبہ کی جائے پھر درود شریف کا اثر ظاہر ہوگا۔ اور پھر الحمدللہ توبہ کی' دوسرا یا تیسرا دن ہوگا خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد میں بیٹھا ہوں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے تھے پہچانے نہیں گئے۔ اجنبی تھے۔ احساس ہوا نبی پاک ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور ایک دم تیز روشنی ہوئی جس جگہ خیال تھا کہ حضور تشریف فرما ہوں گے اس جگہ سبزی مائل سفید تیز روشنی نظر آئی۔ اتنی تیز اور سخت گرمی میں احساس ایسے ہوا جیسے آج کل ایئر کنڈیشنر میں آدمی بیٹھا محسوس کرتا ہے۔ بہر حال بہت عرصہ تک اس کا تذکرہ میں نے کسی سے نہیں کیا۔ کرتا بھی تو کس سے کہ دوست احباب تو سارے جہلاء کا گروہ تھا۔ اس مشاہدے کا کچھ عرصہ اثر رہا اس کے بعد پھر دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے اور پھر پرانی روش پر چل پڑے۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں پری انجینئرنگ میں داخلہ لیا اب دوست احباب کا حلقہ بدل گیا۔ اس عرصہ میں کچھ سنجیدہ دوست ملے۔ کچھ عرصہ سٹوڈنٹ تنظیم "انجمن طلباء اسلام (ATI)" کیلئے کام کیا جلد ہی پتہ چلا کہ سٹوڈنٹس تنظیمیں سٹوڈنٹس کی بجائے مختلف جماعتوں بلکہ شخصیات کیلئے کام کرتی ہیں۔ 1973ء میں بفضل تعالیٰ ایف ایس سی کرنے کے بعد کالج کو خیر باد کہہ دیا کیونکہ حالات اس کے متقاضی تھے کہ روزگار کا سلسلہ چلایا جائے۔

کالج کے زمانے ہی کی بات ہے۔

غالباً 1972 میں میرے ایک دوست اور کلاس فیلو شبیر احمد جو ہمارے محلہ سے دور دوسرے محلے میں رہتے تھے نے مجھے بتایا کہ ہمارے محلے کی مسجد کے کونے میں بیٹھا ایک آدمی عجیب طریقے سے ذکر کرتا ہے۔ کافی دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں مغرب کی نماز کے بعد جب نمازی چلے جاتے ہیں لائٹ بند ہو جاتی ہے یہ شروع ہو جاتا ہے۔ آج میں نے اس سے پوچھ لیا کہ کیا کرتے ہو تو پھر اس نے مجھے بڑے پیار اور شفقت سے ذکر کا طریقہ سمجھایا مجھے تو اچھا لگا تم بھی آؤ دیکھو تو سہی۔ کافی عرصہ میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہا۔ چونکہ دوست سے روزانہ کالج میں ملاقات رہتی تھی اس لئے اس موضوع پر بات ہوتی رہتی۔ آخر دوست کے اصرار پر ایک دن ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ پتہ چلا کہ وہ موصوف نعیم اللہ صاحب ہیں۔ بلدیہ میں ملازم ہیں اور یہ ذکر انہوں نے ایک بزرگ مولانا اللہ یار خانؒ سے سیکھا ہے۔ ہم نے دو چار دن کیا' اچھا لگا کہ کچھ لمحات خالص اللہ کی یاد کیلئے نکال لئے جائیں۔ چند دن ادھر ذکر کیا۔ ہمارے محلہ کی مسجد میں مستقل امام کوئی نہیں تھا۔ نعیم اللہ صاحب کو دعوت دی کہ ہمیں ادھر نماز پڑھا دیا کریں وہ مان گئے اور فی سبیل اللہ امامت کرانے لگے۔ وہ بے باک حق بیان کرتے۔ یہاں پر الحمد للہ حلقہ ذکر وسیع ہو گیا۔ مغرب کے بعد تقریباً دو تین صفیں حلقہ ذکر کیلئے ہو جاتیں۔ کچھ لوگ ادھر ادھر سے آ جاتے اور خوب زور سے ذکر ہوتا۔ چونکہ ہمارے محلے کی اکثریت کا تعلق اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر سے تھا۔ درپردہ مخالف بھی ہوتی چونکہ الحمد للہ ذاکرین کی تعداد دن بدن بڑھ رہی تھی اور اس ذکر کی نسبت سے محلے کے کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے جو مولوی صاحب کیلئے تن من دھن لگانے کو تیار تھے لہٰذا مخالفت بے سود رہی۔

مگر شومئی قسمت کہ شیطان مردود نے کام دکھایا اور چکوال شہر کی بہت بڑی شخصیت جن کا شمار اس وقت سلسلہ عالیہ کے انتہائی بڑے اکابرین میں ہوتا تھا سلسلہ عالیہ سے ٹوٹ گئی اور چونکہ ہمارے حلقہ میں لوگ زیادہ تر انہی سے آشنا تھے اور ان کی عظمت سب کے دلوں میں بیٹھ چکی تھی۔ بلکہ ہمارے حلقہ کے امیر نعیم اللہ صاحب نے تو ان سے رشتہ داری بھی قائم کر لی تھی۔ اس لئے سب سے برا اثر ہمارے حلقہ پر پڑا۔ گو نعیم اللہ صاحب سلسلہ عالیہ اور اپنے استاد حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کی عظمت کے معترف تھے مگر چکوال والی شخصیت (مولوی سلیمان) کو بھی غلط نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس کا اثر جلد ہی شروع ہو گیا۔ ذکر چھوٹنا شروع ہو گیا اور ذکر خفی کی جگہ ایک اور طریقے سے ذکر شروع ہو گیا جو مولوی سلیمان صاحب کا بتایا ہوا تھا۔ چونکہ ڈور کٹ چکی تھی لہٰذا نعیم اللہ صاحب کا محلّہ میں روحانی تعلق کٹ کر جسمانی تعلق رہ گیا۔ اور درپردہ مخالفت نے سر نکالا اور محلے والوں نے انہیں دیوبندی کہہ کر مسجد سے نکال دیا۔ چونکہ لوگوں سے تعلق کا سلسلہ وسیع ہو گیا تھا لہٰذا انہوں نے لوگوں کے تعاون سے قریبی محلّہ میں گھر اور ساتھ مسجد تعمیر کر لی اور کچھ عرصہ ذکر ہوتا رہا مگر پھر ذکر ٹوٹ کر ملنا جلنا رہ گیا۔

الحمد للہ میں کورنگی کراچی میں ٹریننگ کے دوران نیول کالونی کراچی نزد گول مسجد ہفتہ وار جاتا رہا کبھی کبھار میانوالی شہر میں حضرت جیؒ کا آنا بھی ہو جاتا اور ہم ان کے دیدار سے مستفید ہوتے اور ان کی معیت میں ہم چند ساتھیوں کو ذکر کا موقع مل جاتا۔ الحمد للہ بیس پر بھی صبح شام ذکر کا حلقہ مل جاتا۔ ایئر فورس کے ساتھی اکبر صاحب ریڈیو ٹیکنیشن خوب زور سے ذکر کراتے۔ ایئر فورس کے ساتھیوں کی سنگت میں ذکر کا سلسلہ چلتا رہا۔ ایڈوانس کورس کے بعد کراچی مسرور بیس پھر سرگودھا اصغر صاحب کے ساتھ پھر شورکوٹ ایئر بیس پر اللہ تعالیٰ نے اس نعمت عظیم سے منسلک رکھا اور گاہے بگاہے ٹوبہ ٹیک سنگھ حکیم صاحب اور دیگر اکابرین سے ملاقات رہتی چونکہ گھر کم ہی جانا ہوتا جب جاتے تو پرانے ساتھیوں سے ملاقات ہوتی اور دکھ بھی ہوتا کہ تقریباً تمام ہی سلسلہ سے ناطہ توڑ بیٹھے تھے افسوس بھی ہوتا اور مقدور بھر سمجھانے کی کوشش بھی کرتا۔ ایک دو ساتھیوں نے وعدہ بھی کیا مگر افسوس کہ پرانے ساتھی نہ آ سکے۔ اور اکثریت دنیا کی بھول بھلیوں میں کھو گئی۔ پھر گھر والوں پر محنت کی الحمد للہ سلسلہ چل نکلا اور اب بفضل تعالیٰ منڈی کاموکی نزد چنگی نمبر 7 مدرسہ تعلیم القرآن میں باقاعدہ ذکر ہوتا ہے۔ حضرت مدظلہ العالی کے کاموکی میں خطاب کے بعد لوگ الاخوان کے پلیٹ فارم پر بہت سے ساتھی اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بھانجے خالد صاحب کے شہر کے

قرب و جوار میں کام کرنے سے اللہ تعالیٰ نے گاؤں کے بہت سے نوجوان الحمدللہ تیار کر دیئے۔ ذکر اور الاخوان کی نسبت سے مجھے بھی قریبی دو گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا بفضل ایزدی تڑپ محسوس کی۔ باقی اللہ کا احسان ہے کالج کے زمانہ میں ہی جب سالانہ اجتماع منارہ گاؤں کے سکول میں ہوا کرتا تھا باقاعدگی سے جاتا رہا۔ اس وقت ظاہری بیعت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا الحمدللہ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ جب حضرت جیؒ نے ظاہری بیعت شروع کی اسی اجتماع میں حضرت جیؒ کے ہاتھ پر ظاہری بیعت سے سرفراز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت جبکہ ابھی داڑھی بھی نہیں آئی تھی حضرت جیؒ لاہور تشریف لائے مسجد اکھاڑہ بوٹا مل نزد پرانا اڈا کراؤن بس میں مراقبات ثلاثہ سے نوازا۔

علاوہ ازیں حضرت جیؒ کی ملاقات کیلئے جب اجتماع پر منارہ جاتے تو ایک عجیب چیز جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ جو بھی سوالات ذہن میں یا دل میں اٹھتے بغیر پوچھے حضرت جیؒ باتوں باتوں میں جواب ارشاد فرما دیتے۔ سارے تو اب یاد نہیں چند ایک عرض کرتا ہوں۔ ایک دفعہ خیال آیا حضرت جیؒ کافی بوڑھے ہو چکے ہیں پتہ نہیں ان کی عمر کیا ہوگی صحبت شیخ کے موقع پر فرمانے لگے (اکثر پنجابی بولتے ہیں) 70-75 ورے گزار بیٹھاں آں پتہ نہیں اللہ کتنی---

ایک دفعہ کسی ساتھی سے سنا کہ حضرتؒ نے دوسری شادی کی دل میں خیال آیا کہ دو شادیاں----- صحبت شیخ کے پیریڈ میں باتوں باتوں میں فرمانے لگے۔ ولی اللہ میں مردمی قوت بھی عام آدمیوں سے زیادہ ہوتی ہے کوئی ہیجڑہ ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ المختصر سوال پوچھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ حضرت جیؒ بیان فرما رہے ہوتے تھے تو تمام کے تمام سوالات حتیٰ کہ نامعقول قسم کے سوالات کے بھی جواب حضرت بیان فرما دیتے اور سمجھنے والا سمجھ لیتا کہ یہ میرے فلاں سوال کا جواب ہے۔

حضرت جیؒ جب امامت کراتے اکثر وہ آیات تلاوت فرماتے جن میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوتا تو عجیب رقت طاری ہو جاتی جو بیاں نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات جو میں نے اس دور میں محسوس کی وہ یہ تھی کہ یونہی اجتماع کیلئے گھر سے روانہ ہوتے قلب ذکر شروع کر دیتا۔ اور منارہ سکول کے صحن کے اونچے نیچے پتھروں پر جب ذکر شروع ہوتا تو ایسے محسوس ہوتا کوئی طوفان برپا ہے۔ ذکر ختم ہوتا تو پتہ چلتا مغرب کی طرف منہ کر کے ذکر شروع کیا تھا اور اب شمال کو ہے اور کہیں کہیں نوکیلے پتھر بدن پر بھی نشان چھوڑ دیتے۔ اور جب اجتماع میں چند روز قیام کے بعد واپس آتے کیونکہ ہم جیسے کمزوروں کے بس میں نہیں تھا کہ زیادہ دن گزار سکیں تو تمام راستہ عجیب کیفیت رہتی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے واپسی پر بس کی آگے والی سیٹوں پر بیٹھا تھا۔ دفعتاً بس کے انجن نے اللہ ہو کا ذکر شروع کر دیا۔ سوچنے لگ گیا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ خیر سیٹ پر آنکھیں موندے اپنے قلب کو بھی گاڑی کے انجن کے ساتھ اللہ ہو پر لگایا اور سفر رواں دواں رہا۔

الحمدللہ 1994ء میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت بخشی۔ دوران حج مسجد نبوی میں روضہ رسول ﷺ پر اکثر درود و سلام یاد آ جاتا اور میں پڑھنا شروع کر دیتا۔ میری احباب اور ساتھیوں سے گزارش ہے کہ محنت جاری رکھیں۔ اسباق اور مراقبات میں ترقی کی زیادہ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ محنت ضائع نہیں فرماتے۔ کالج کے زمانہ 1972-73ء میں اللہ پاک نے مراقبات ثلاثہ عطا فرمائے اور دوران ملازمت رسالپور اکیڈمی ضلعی اجتماع مردان باقاعدگی سے ہفتہ وار اجتماع میں جاتا تھا۔ مردان کے امیر صوبیدار صاحب جن کے بارے سنا ہے کہ حضرت جیؒ انہیں جرنیل کہتے تھے ان کے ساتھ 1990-91ء میں ذکر کیا۔ ان کی وفات کے بعد (اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) درویش خان ضلعی امیر بنے کمال شفقت فرماتے تھے۔ ان کے ساتھ اجتماع میں جانے کا اتفاق ہوا۔ پوچھنے لگے 'کہاں سبق ہے۔ میں نے بتایا مراقبات ثلاثہ کر رہا ہوں۔ بڑے حیران ہوئے اتنی دیر سے میں نے عرض کی اپنی ہی کمزوری تھی۔ خیر اکابرین سے کہہ کر انہوں نے مسجد نبوی ﷺ تک مراقبات کروا دیئے اور پھر 1994ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر میجر مقبول شاہ صاحب نے ٹسٹ لیا اور بفضل ایزدی روحانی بیعت کی سفارش کر دی اور ساتھ محنت کی

تلقین کی۔ الحمدللہ حضرت مدظلہ العالی نے روحانی بیعت کروائی عجیب سرور تھا وہ لمحات اور مناظر ہنوز دل و دماغ میں پیوست ہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ سلسلہ کے بارے نہ کوئی سوال رہا اور نہ مانگنے کو۔ ڈرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتیں دنیا میں ہی عطا کر دی ہیں۔

1993ء سے بسلسلہ ملازمت متحدہ عرب امارات میں ہوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ابوظہبی میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کی برکات سے مستفید رکھا۔ ابوظہبی اللہ دتہ تمیمی صاحب نے اور اب العین میں عبدالمجید صاحب ذکر وفکر سے دلوں کو گرما رہے ہیں۔ اور کمی کوتاہی کو حضرت حلیم صاحب جو ہمارے صاحب مجاز ساتھی ہیں دبئی سے ہر دوسرے ہفتے آ کر دور کر جاتے ہیں۔ حضرت حلیم صاحب حضرت مدظلہ العالی کی شاگردی کا صحیح حق ادا کر رہے ہیں۔ عمر کے جس حصے میں ہیں اتنی محنت و مشقت یہ انہی کا خاصا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ ذکر وفکر کی نعمت قبر کی دیواروں تک لیجانے کی توفیق دے۔ اس پر استقامت دے۔ حضرت مدظلہ العالی کو صحت وتندرستی دے ہمیں ان کا دست و بازو بننے کی توفیق دیں آپ کے مشن کو کامیاب و کامران کرے۔ آمین ثم آمین۔

سالانہ اجتماع عام۔ دار العرفان منارہ۔ چکوال

ہر خاص وعام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دار العرفان۔ منارہ۔ میں 12 جولائی 2001ء بروز جمعرات سے

سالانہ اجتماع

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 12 اگست 2001ء بروز اتوار تک جاری رہے گا

قارئین کرام زیادہ سے زیادہ شرکت فرما کر فیضیاب ہوں

ذکر میں کمی کی وجوہات اور علاج

اقتباس، کنز الطالبین

مرسلہ: عائشہ سطوت۔ انگلینڈ

ایک ساتھی پوچھ رہا تھا کہ میں بڑا پریشان ہوں اور مجھ سے ذکر ہی چھوٹ گیا۔ میں نے کہا عجیب بات ہے ایک آدمی کہتا ہے میں بڑا بیمار ہوں اور مجھ سے دوا ہی چھوٹ گئی۔ یہ کون سی بیماری ہے یعنی آپ پریشان ہیں تو اس میں آپ کو زیادہ رحمت الٰہی کی ضرورت ہے، اللہ کی مدد کی زیادہ ضرورت ہے، اللہ سے دعا کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور آپ کو زیادہ ذکر کی ضرورت ہے آپ کہتے ہیں کہ مجھ سے ذکر چھوٹ گیا۔ یہ کیا پریشانی ہے۔ یہ تو شیطانی وسوسہ ہے۔

(مرض) آپ ذکر جم کر کریں اور آنے والے خدشات کو اس کے سپرد کریں جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔

(علاج) محض احتمالات پر کہ میرا نقصان ہو جائے گا اس پر آپ پریشان ہو گئے، ہوا کچھ بھی نہیں اور امکانات پر اتنے پریشان ہو گئے اور چھوڑا بھی تو وہ چیز چھوڑی جو اس سارے دفاع کے لئے ضروری تھی تو حقوق کو ادا کرنے کے لئے کمربستہ رہنا چاہئے توفیق اللہ کریم کے پاس ہے، آدمی کا ارادہ، خلوص اور اس کی عملی جو کوشش ہے جدوجہد ہے، وہ ہونی چاہئے، آگے اللہ کریم ہے۔

(مرض) اکثر خطوط آتے ہیں کہ جی ذکر کے لئے فرصت نہیں ملتی، وقت نہیں ملتا، جی نہیں چاہتا اٹھنے کو، طبیعت نہیں چاہتی۔

(وجوہات) تو میرے بھائی یہ ساری باتیں اس کی تہہ میں ہیں ان دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔

1- یا غذا حلال نہیں رہی ہوگی اور اگر حلال ہوگی تو طیب نہ رہی ہوگی۔

2- اور یا نااہلوں کی صحبت ہوگی۔

(علاج) تو ان دونوں کا علاج پھر یہ ہوگا ایک دھوبی پٹکا کرے ان کے ساتھ۔

1 - قوت کے ساتھ لطائف کرے۔ طاقت کے ساتھ تاکہ خون میں ایک خاص جوش پیدا ہو جائے۔

2- اور صحبت غیر صالح اور غیر صالح غذا سے اجتناب کرے۔

3- گزشتہ پر توبہ کرے، آئندہ کے لئے احتیاط بھی کرلے۔

چونکہ طالب کی طرف سے استعداد کا ہونا لازمی ہے اگر اس کے پاس طلب نہیں تھی ورنہ وہاں دینے میں کوئی کمی نہ تھی وہاں دینے میں کوئی معاذ اللہ بخل نہ تھا۔ وہاں دینے میں کوئی کسی کے ساتھ فرق نہیں تھا۔ یہی حال شیخ کا ہوتا ہے جب وہ توجہ کرتا ہے تو کبھی یہ نہیں کرتا کہ اس مخلص پر توجہ زیادہ ہو جائے اور اس پر توجہ کم ہو۔ وہ تو ایک فوارہ ہے نور کا جسے وہ ان پر انڈیل دیتا ہے، پلٹ دیتا ہے۔ اب اپنا اپنا دامن ہے کسی کا گریبان ہی چاک ہو، دامن ہی نہ رکھتا ہو تو وہ کہاں سے جھولی بھرلے گا۔

میری گزارش یہ ہے کہ آپ اپنے مجاہدے میں کمی نہ ہو دیں۔ اذکار کو چھوٹنے نہ دیں۔ معاملات میں راستی پیدا کریں، حلال اور سچ کو اختیار کریں، نیکی اور تقویٰ اختیار کریں اور اس کے ساتھ دعوت الی اللہ، دوسروں کو بلانے کا۔ دوسروں کو دعوت دینے کا کام جاری رکھیں اور اپنے معاملات اور اپنے اذکار پوری محنت اور پورے مجاہدے سے کریں۔ لطائف کرتے ہوئے جب کسی لطیفے پر چوٹ پڑے تو واقعی اسی پر چوٹ پڑے۔

محنت کریں، زیادہ سے زیادہ وقت نکالیں ذکر و اذکار کیلئے، اجتماع کیلئے اور مزا تو تب ہے کہ جو بھی آئے فنافی الرسول ہو جائے تاکہ ہم یہ ثبوت مہیا کریں کہ یہ نعمت ہمارے پاس ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جو کام محض اللہ کی رضا کیلئے کئے جاتے ہیں ان کے کرنے کی توفیق اور سعادت وہ خود ہی عطا فرماتا ہے۔ اب یہ اس کی مرضی کہ کس کو کتنا وقت لگانے کی توفیق بخشی۔

ایڈیٹر کی ڈاک

O...... جناب منیر احمد قمر صاحب نے فیصل آباد سے ''کیبل نیٹ ورک اور اسلامی معاشرہ'' کے عنوان سے مضمون بھیجا ہے جس میں اس ذریعہ ابلاغ کی خرابیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور ساتھ اپنی تصویر بھی بھیجی ہے۔۔۔۔۔منیر صاحب کے شاید علم میں نہیں ہے کہ ہم تصاویر شائع نہیں کرتے۔ رہا کیبل نیٹ ورک کا غلط استعمال تو اس ضمن میں عرض ہے کہ معاشرہ کے سدھار کی فکر رکھنے والوں کو اب تک یہ باور ہو جانا چاہئے کہ جب تک صحیح قیادت اور صحیح نظام (نظام اسلام) نہیں آ جاتا یہ خرابیاں دور نہیں ہوسکتیں کیونکہ یہ سب کچھ حکومت کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ اس وقت کرنے کا اصل کام تو اس موجودہ نظام کو بدلنا ہے جس کے لئے تنظیم الاخوان کا پلیٹ فارم ہر ایسے لکھاری کا استقبال کرتا ہے جو نظام بدلنے کا خواہاں ہے۔

O...... حافظ محمد عتیق الرحمن صاحب۔ ٹوبہ سے لکھتے ہیں کہ کلام شیخ ' اسرار التنزیل اور باتیں ان کی خوشبو خوشبو کے سلسلے مستقل جاری رہنے چاہئیں انہوں نے خواہش کی ہے کہ ''من الظلمت الی النور'' کے حوالے سے سینئر ترین ساتھیوں کے حالات و واقعات بھی شائع کئے جائیں۔۔۔۔۔ مذکورہ سلسلے ختم نہیں کئے گئے۔ بس ہماری کوتاہی سمجھ لیں۔ رہی آپ کی یہ چاہت کہ سینئر ترین ساتھیوں کے حالات و واقعات شائع کئے جائیں تو ہم ان سطور کی وساطت سے ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی من الظلمت الی النور کے حوالے سے اپنے مضامین مرحمت فرمائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ قارئین ان سے مستفید ہوسکیں۔ حافظ صاحب نے بچوں کے میگزین کا نام اور اجراء سے متعلق بھی پوچھا ہے۔ تو عرض ہے کہ بچوں کے میگزین کا نام ''معمار وطن'' تجویز ہوا ہے۔ اجراء کے لئے ابھی کچھ وقت درکار ہوگا۔

O...... حفیظ الرحمن ٹوبہ ٹیک سنگھ نے صدقہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت جی (امیر محمد اکرم اعوان)

سے ایک مضمون کی اشاعت کے سلسلہ میں رائے مانگی گئی تھی۔ انہوں نے اپریل فول کے حوالے سے فرمایا ہے کہ کسی عیسائی ریاست نے صلیبی جنگوں میں شکست کے بعد اپنے علاقے کے مسلمانوں کو حج کی اجازت دیکر بحری جہاز پر سوار کر کے جہاز کو تارپیڈو کر دیا تھا۔ اس روز یکم اپریل تھی۔ اس طرح انہوں نے صلیبی جنگوں کی شکست کا بدلہ چکایا اور اب تک مناتے آ رہے ہیں۔

O...... اسلامی ڈیفنس کونسل انٹرنیشنل کی طرف سے ایک پرنٹڈ خط موصول ہوا ہے جس میں مختلف مذاہب کی طرف سے ایک ویب سائٹ کے ذریعہ حجر اسود پر اپنے مسیحاؤں کی شبیہات کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اسلامک کونسل نے اپیل کی ہے کہ مسلمان مختلف فرقوں میں تقسیم ہو کر گمراہ نہ ہوں۔۔۔۔۔ اسلامک کونسل کے خط پر ان کا ایڈریس درج نہیں ہے۔ معلوم نہیں لوگ سامنے آنے سے کیوں گریزاں ہیں۔ اچھی تجاویز بھی دیتے ہیں۔ تنقید بھی کرتے ہیں۔ مختلف سیاق وسباق سے واقعات بیان کرتے ہیں مگر اتنے خوفزدہ کہ اپنا ایڈریس بھی شو نہیں کرنا چاہتے۔ کیا اس طرح نظام میں کوئی تبدیلی ممکن ہے۔

O...... ڈاکٹر عارف محمود رانا۔ گوجرہ نے ایک مضمون بھیجا ہے جس میں عورت اور اسلام کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

O...... اکرم خالد صاحب نے ''سوچوں کے زاویے'' کے عنوان سے اپنا کلام بھیجا

ہے۔ایک شعر ملاحظہ فرمائیے

دل نثار ہو ہو جائے تیری ہر حسین ادا پر
کرے تو جدھر اشارہ وہیں قلب و نظر گئے

O...... عبدالستار۔ٹاؤن شپ۔لاہور سے لکھتے ہیں کہ عرصہ پانچ سال سے المرشد کے قاری ہیں۔انہوں نے تجویز کیا ہے کہ مجلّہ میں قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کا سلسلہ شروع کیا جائے اور اسلامی تاریخ سے متعلق بھی مضامین کا مستقل سلسلہ جاری کیا جائے۔۔۔۔۔ ان سے گزارش ہے کہ ماہنامہ کا زیادہ تر حصہ پہلے ہی قرآن حکیم کی تفسیر پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔اس کے علاوہ حضرت جی کی اسرار التنزیل استفادہ کرنے والوں کے لئے اردو اور انگریزی میں دستیاب ہے جو کہ اپنے انداز کی ایک منفرد تفسیر ہے۔

O...... محمد سلیم۔راولپنڈی نے اپنے خط کے ساتھ ایک پمفلٹ بھیجا ہے۔ان کا خط بمع پمفلٹ حضرت جی کو چکوال بھیج دیا گیا ہے۔

O...... اور آخر میں محمد شفیع اویسی صاحب کا ذکر۔انہوں نے اپنی ایک کاوش ''کلام خالق کائنات'' کے سلسلہ میں جناب ایڈیٹر ''المرشد'' محمد اسلم سے ملاقات کی۔ان کی یہ کتاب تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔جس میں انہوں نے اعداد کی روشنی میں قرآن مجید کے توازن و تناسب' بے مثل اور بے مثال کلام ہونے کے اعجازی پہلو کو ثابت کیا ہے۔اپنی نوعیت میں ان کی یہ تحقیق ایک منفرد مقام کی حامل ثابت ہوگی۔ہمیں امید ہے کہ ماہ جون تک یہ کتاب قارئین کی دسترس میں ہوگی۔۔۔۔۔۔

O...... محمد شفیع اویسی صاحب نے اپنے کچھ مضامین بھی ارسال کئے ہیں جن میں سے کچھ ہم گاہے بگاہے شائع کرتے رہیں گے۔

O...... ہم اپنے سب لکھنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ جس بھی شعبہ حیات سے متعلق ہوں' ادارہ کے کاز کو آگے بڑھائیں گے اور نفاذ اسلام کے لئے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنی مساعی جمیلہ بھرپور انداز میں کام میں لائیں گے۔

O...... عابد محمود صاحب نے بستی جنید والی ضلع رحیم یار خان سے تجویز کیا ہے کہ کوئی ایسا پمفلٹ شائع کیا جائے جس میں الاخوان کی آفاقی دعوت (نفاذ اسلام) سے متعلق ہر آدمی کو اس کی ذمہ داری سے متعلق احساس دلایا گیا ہوتا کہ اس پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جا سکے۔انہوں نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ اگر اس قسم کا ایک جامع پمفلٹ ''المرشد'' میں شائع کر دیں تو ہم اس کی فوٹو کاپیاں کروا کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔۔۔۔

''المرشد'' کے خریداروں میں بہت سے ایسے ساتھی شامل ہیں جو نہ تو حضرت جی سے بیعت ہیں نہ وہ الاخوان کے ممبر ہیں۔لیکن اس کے پروگرام سے متفق ہیں۔ان لوگوں سے جب بات ہوتی ہے کہ وہ سلسلہ اویسیہ سے' تنظیم کے پروگرام سے کیسے متعارف ہوئے تو وہ بتاتے ہیں کہ سلسلہ کے کسی ساتھی نے ان تک المرشد پہنچانا شروع کیا تو وہ اس سے متعارف ہو گئے اور پھر انہیں ''المرشد'' کی بھوک لگنے لگی۔وہ اس کے انتظار میں رہنے لگے کہ ماہنامہ کب ملتا ہے۔اس کے بعد انہوں نے اس کی خریداری شروع کر دی۔

حضرت جی کا کوئی ایک خطاب بھی اتنا اثر رکھتا ہے کہ قاری کو اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دے اور وہ موجودہ کافرانہ نظام کو بدلنے پر مجبور ہو جائے۔اس لئے بہترین صورت تو یہی ہے کہ ہر کوئی ''المرشد'' کے مطالعہ کے بعد اسے کسی دوسرے کو پڑھنے کے لئے دے دے کہ دیے سے دیا جلتا چلا جائے۔اس کے باوجود بعض ساتھیوں کی طرف سے یہ تقاضا بھی ہوتا ہے کہ اختصار کے پیش نظر کوئی ایسا جامع پیغام جو ایک پمفلٹ پر محیط ہو تقسیم کیا جائے تو بہتر نتائج پیدا کرنے کے لئے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے آپ سے اور ایسی خواہش رکھنے والوں سے التماس ہے کہ وہ ایسے مجوزہ پمفلٹ کا مسودہ (تحریر) ہمیں بھجوائیں تاکہ اس کی روشنی میں کوئی قدم اٹھایا جا سکے۔

سودی کاروبار کا خاتمہ
سود خوروں نے پھر رکاوٹیں ڈال دیں

موجودہ بینک کاری نظام برقرار رکھنے کے لیے سپریم کورٹ میں یونائیٹڈ بینک کی درخواست کا جائزہ

اعجاز احمد صمدانی

حال ہی میں یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ نے ربا کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیلیٹ بینچ کے فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست دائر کی ہے۔ جس میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ سپریم کورٹ کو اس بات کا اختیار نہیں کہ وہ حکومت کو قانون سازی کی ہدایت کرے لہٰذا سپریم کورٹ نے ربا کو غیر شرعی قرار دے کر اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے۔

یہ خبر بجا طور پر ان کروڑوں مسلمانوں کے لئے باعث تشویش ہے جو ایک عرصہ سے ملک میں سود کے خاتمہ کی تمنا کر رہے ہیں۔ اور جولائی 2001ء کو اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا مہینہ قرار دے رہے ہیں۔ اگر وطن عزیز کے مالیاتی اداروں اور بینکوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کا کوئی نیا حادثہ نہیں ہے بلکہ ان سازشوں کی ایک کڑی ہے جو سود کے خاتمے کی راہ میں اب تک تسلسل کے ساتھ دین دشمن عناصر کرتے آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے اس نظریاتی کونسل نے اسلامی بینکاری کے لئے جو قابل عمل نظام پیش کیا تھا' اسے بھی دفن کیا جا چکا ہے۔ ''راجہ ظفر الحق کمیشن'' کی رپورٹ بھی منظر عام پر لانے سے حکومتوں نے پہلوتہی کی ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف چیلنج بھی ہوا ہے' 14 نومبر 1991ء کو وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے اپنا تاریخی فیصلہ سنایا تھا۔ جس کی رو سے سود پر مبنی 23 مالیاتی قوانین کو قرآن وسنت کے منافی ٹھہراتے ہوئے انہیں کالعدم قرار دیا گیا تھا۔

عدالت کا فیصلہ تھا کہ بینکوں کے انٹرسٹ سمیت سود اپنی ہر شکل میں حرام ہے۔ عدالت نے متبادل قانون سازی کے لئے حکومت کو چھ ماہ کی مہلت دی تھی اور واضح کیا کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں یکم جولائی 1992ء سے متذکرہ مالیاتی قوانین خود بخود کالعدم ہو جائیں گے۔

چھ ماہ کے عرصہ میں قانون سازی مشکل نہ تھی۔ ماہرین قانون و معاشیات کا کہنا تھا کہ جن قوانین میں با آسانی ترمیمات ہو سکتی ہیں پہلے انہیں قرآن وسنت کے مطابق بنا لیا جائے اور دیگر قوانین کے لئے جنہیں تبدیل کرنے میں طویل عرصہ درکار ہے' وفاقی شرعی عدالت سے مدت میں توسیع کی درخواست کے ذریعہ مزید مہلت حاصل کر لی جائے لیکن حکومت نے ان دونوں میں سے کسی راہ کو اپنانے کی بجائے بظاہر خاموشی اختیار کی مگر اندر ہی اندر اس شرعی فیصلے کی کتر بیونت کی راہیں تلاش کرنے لگی۔

وقت گزرتا گیا اور اہل وطن ایسے آثار دیکھنے سے محروم رہے جن کے ذریعے بلا سود بینکاری کے قیام کے سلسلہ میں حکومتی ارادوں کا پتہ چلایا جا سکے۔ مقررہ مدت ختم ہونے سے قریباً ایک ماہ پہلے ایک بینک نے سپریم کورٹ کی شریعت اپیلیٹ بینچ میں اس فیصلے کو چیلنج کر دیا۔ دیکھا دیکھی بعض دیگر سرکاری اداروں کے کچھ شعبوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ غالباً کسی عوامی ردعمل سے بچنے کے لئے حکومت نے براہ راست اپیل دائر کرنے سے اجتناب کیا تھا لیکن جب عوام کی جانب سے مالیاتی اداروں کے خلاف کوئی ردعمل سامنے نہ آیا تو حکومت نے بھی اپنا تکلف برطرف کر دیا اور بالآخر خود بھی وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف شریعت اپیلیٹ بینچ میں اپیل دائر کر دی۔

یہ ایک تکلیف دہ چوٹ ہے جس نے ماضی قریب میں وطن عزیز کے مقصد قیام کو سخت ٹھیس پہنچائی اور غالباً اب بھی اسی بنیاد پر ایک

اور کچا گھروندا تعمیر کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں جس کی پہلی اینٹ یونائیٹڈ بینک نے مہیا کی۔لیکن اب کی بار قوی امید یہی ہے کہ سودخور ذہنیت کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا اور اس ملک میں بلاسودی بینکاری کا سنگ بنیاد ضرور رکھا جائے گا۔(انشاءاللہ)

تعجب کی بات ہے کہ حکومت اور مالیاتی ادارے تقلیدِ مغرب میں ایک ایسے فلاحی اور قابلِ عمل نظام بینکاری کی مخالفت کر رہے ہیں جس کا عملی نفاذ نہ صرف آخرت کے ابدی عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے بلکہ اس میں دنیاوی ترقی اور خوشحالی کا راز بھی مضمر ہے۔ پاکستان کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں پر رائج سودی نظام کا جلد از جلد خاتمہ کیا جائے۔

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کا انحصار دو باتوں پر ہوتا ہے۔ایک' بجٹ کا اعلیٰ معیار' دوسرے' مہنگائی کا سدباب۔جس ملک کے بجٹ کا خسارہ کم سے کم ہو یا بالکل نہ ہو اور عوام مہنگائی کے بھاری بوجھ سے محفوظ ہوں تو وہ ملک تیز رفتاری سے ترقی کی شاہراہیں عبور کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور سود کے خاتمہ کے نتیجہ میں ان دونوں فوائد کا حاصل ہونا یقینی ہے۔اس کی وضاحت ممکنہ اختصار کے ساتھ یوں کی جا سکتی ہے۔

سود کے خاتمے کا یقینی اور فوری فائدہ یہ ہوگا کہ اربوں روپے جو مقامی قرضوں کے سود میں ادا کئے جاتے ہیں' وہ رقم بچ جائے گی جسے دیگر قومی اخراجات کے لئے استعمال میں لایا جا سکے گا نتیجۃً بجٹ کے خسارے میں زبردست کمی واقع ہوگی۔

اس کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ وعشر کا صحیح اسلامی طریقہ کار نافذ ہو تو پھر بیرونی قرضوں سے نجات بھی مل سکتی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے 1991ء میں سود کے خلاف جو فیصلہ دیا' اس میں دیئے گئے ایک بیان کے مطابق ماہرین معاشیات نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ نظام زکوٰۃ وعشر کو اگر مکمل طور پر نافذ کیا جائے تو حکومت کے پاس اس قدر دائمی فنڈ جمع ہو جائے گا جس کے بعد حکومت کو کسی قومی یا بین الاقوامی قرض کی ضرورت نہ رہے گی۔

بجٹ کا خسارہ اور بیرونی قرضوں کا وبال ہی مہنگائی کے سب سے بڑے عناصر ہیں۔ جب ان کا خاتمہ ہوگا تو مہنگائی کم ہونے میں بہت بڑی مدد ملے گی۔اس طرح سود کے خاتمہ کے نتیجہ میں ہر شعبہ میں موجود مہنگائی کا اژدھا بالآخر (انشاء اللہ) اپنی موت آپ مر جائے گا۔

چیزوں کی قیمتوں میں اضافے کا اصل سبب ''سود'' ہے۔ آج کل بڑی بڑی کمپنیوں اور کارخانوں کا کاروبار عام طور سے سودی قرضوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔کارخانہ کے مالک اشیاء کی لاگت میں نہ صرف قرضہ کی اصل رقم شامل کرتے ہیں بلکہ اس پر لگنے والے سود کو بھی اشیاء کی لاگت کا حصہ بنایا جاتا ہے مثلاً ایک کارخانے کا مالک' بینک سے ایک کروڑ روپے قرض لیتا ہے تو اس کے ذہن میں ہوتا ہے کہ مجھے اس پر اٹھارہ لاکھ روپے سود بھی ادا کرنا ہے چنانچہ وہ اٹھارہ فیصد سود کو اپنی مصنوعات کی لاگت میں شامل کر کے اس پر اپنا نفع الگ سے مقرر کرتا ہے مگر اٹھارہ فیصد سود پر عام طور پر مصنوعات کی قیمت 20 سے 25 فیصد زائد مقرر کی جاتی ہے۔

پھر عام طور پر کارخانوں سے مال خریدنے والے بڑے بڑے تاجر ہوتے ہیں جو سودی قرضوں سے اپنا کاروبار چلاتے ہیں تو جو تاجر ایک کروڑ 25 لاکھ روپے قرض لے کر تجارتی مال خریدتا ہے وہ اس رقم پر لگنے والے سود پر مزید اپنا نفع شامل کر کے وہ مال آگے بیچتا ہے' جس کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اسی طرح مکانات کے کرایوں میں تیز رفتار اضافہ بھی اسی سودی نظام کا شاخسانہ ہے۔سودی قرضوں پر تعمیر ہونے والے مکانات کی قیمت اور ان کے کرائے عام مکانات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں اور عام طور پر قرضہ لئے بغیر مکانات کا بہ احسن و خوبی سے تعمیر کرنا قدرے مشکل کام ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب آدمی کے لئے سر چھپانا روز بروز مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

پاکستان میں گزشتہ چند برسوں سے متعدد نئے سودی ادارے اور سودی اسکیموں کے اجراء سے سودی کاروبار کو جو فروغ ملا ہے' اس

کے مہلک اثرات' ہوشربا مہنگائی اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔

غرضیکہ مہنگائی کا تعلق زندگی کے جس شعبے سے بھی ہو' وہ سودی نظام کا لازمی اثر ہے۔ ماہرین اقتصادیات و معاشیات کی جدید تحقیق یہ ہے کہ سود کی وجہ سے بے روزگاری میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ حال ہی میں جرمنی میں بے روزگاری کے اضافے کو روکنے کے لئے ماہرین اقتصادیات نے حکومت کو شرح سود کم کرنے کی سفارش کی۔ سب سے بڑا عذر جو مالیاتی ادارے مسلسل پیش کرتے ہیں' یہ ہے کہ آج کل بلاسودی بینکاری کا قیام عملاً ناممکن ہے' اس کی وجہ سے ہم دنیا سے کٹ کر رہ جائیں گے اور ہمارا معاشی نظام معطل ہو جائے گا ''خوئے بدرا بہانہ بسیار'' اگر یہ عذر اس وقت پیش کیا جاتا جب دنیا میں بلاسودی سرمایہ کاری کا کوئی وجود عملاً نہ تھا' تو ممکن ہے یہ اعتراض ظاہربین نگاہوں میں کچھ وزن رکھتا' لیکن جبکہ آج پوری دنیا میں دو سو سے زیادہ غیر سودی مالیاتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور ان کے کامیاب بجٹ اور بیلنس شیٹوں پر ماہرین معاشیات نے اعتماد کا اظہار کیا ہے تو ایسے حالات میں سود کے خاتمہ سے گریز کرنا خالص عقلی نقطہ نگاہ سے بھی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

بشکریہ ہفت روزہ ''تکبیر''

قارئین متوجہ ہوں

۱۔ ''المرشد'' کے ماہانہ، سالانہ اور تاحیات نرخ تبدیل ہو گئے ہیں۔ جس کی تفصیل رسالہ کے شروع میں دے دی گئی ہے۔

۲۔ شمارہ ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں اگلے ماہ کی پہلی تاریخ تک بذریعہ خط شکایت بھجوائیں۔ اس کے بعد ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

۳۔ ایڈریس کی تبدیلی کی صورت میں اپنا خریداری نمبر یا نئے ایڈریس کے ساتھ پرانا ایڈریس ضرور لکھیں۔

۴۔ سالانہ خریداری کی فیس ختم ہونے کی صورت میں شمارے کے لفافے پر لکھے ہوئے ایڈریس کے نیچے مہر لگی ہوتی ہے، یہ ضرور چیک کر لیں۔

۵۔ ہر شمارہ کے لفافہ پر لکھے ہوئے ایڈریس کے اوپر تجدید لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ شمارہ کب تک جاری رہے گا۔ چیک کر لیں کہیں آپ کی سالانہ فیس ختم تو نہیں ہو گئی۔

۶۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی لفافہ جس پر فریسندہ کا ایڈریس لکھا ہو، ساتھ بھیجیں

۷۔ ''المرشد'' کے اجرا کے لئے، دیر سے ملنے یا نہ ملنے کی صورت میں درج ذیل ایڈریس پر خط لکھیں۔

ماہنامہ ''المرشد'' اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ، لاہور۔

۸۔ حضرت جی (امیر محمد اکرم اعوان) سے رابطہ کیلئے درج ذیل ایڈریس پر خط لکھیں۔

دارالعرفان۔ منارہ، ضلع چکوال۔

۹۔ اشاعتی امور کے لئے درج ذیل پتہ استعمال کریں۔

ماہنامہ ''المرشد'' اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ۔ فیصل آباد۔

کیبل نیٹ ورک اور اسلامی معاشرہ

تحریر :- منیر احمد قمر

جدید ٹیکنالوجی نے الیکٹرانک میڈیا کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ٹی وی۔ وی سی آر۔ ڈش۔ انٹرنیٹ اور کیبل نیٹ ورک جدید سائنسی ایجادات ہیں اور ان جدید سائنسی ایجادات نے پوری دنیا کو گلوبل ویلیج کی حیثیت دے دی ہے۔ ان کے بہت سے مثبت اور بہت سے منفی پہلو ہیں جن کو مدنظر رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ ان جدید سائنسی ایجادات کے صحیح استعمال کے شعور کا معاشرے میں فقدان ہے۔ لوگ مثبت پہلو کو چھوڑ کر منفی پہلو کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں۔ کیبل نیٹ ورک سسٹم ایک ایسی لعنت کے طور پر حکومتی سرپرستی میں معاشرے میں وارد ہوا ہے کہ بس خدا کی پناہ۔ جگہ جگہ لوگوں نے دکانوں۔ ہوٹلوں۔ ٹی سٹالوں میں کیبل نیٹ ورک کے کنکشن حاصل کر کے منی سینما گھر کھول رکھے ہیں۔ جہاں پر فحش فلمیں ملت کی نوجوان نسل (جنہوں نے کل اسی معاشرے کی نمائندگی کا فریضہ ادا کرنا ہے) کو دکھائی جا رہی ہیں۔ پر تشدد۔ ڈاکہ زنی کی جدید وارداتوں کا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔ یہاں سے نکلنے والے نوجوان اسی طرح کے ڈائیلاگ اور ایکشن کرتے اور بولتے نظر آتے ہیں۔ سارا ہمارا دن لڑکے ان دکانوں میں گھسے نظر آتے ہیں۔ بعض گھر سے سکول جانے کی بجائے ان سینما گھروں میں ہوتے ہیں۔ گھر سے جو جیب خرچ ملتا ہے وہ یہاں پر برے کاموں میں خرچ ہونے کے علاوہ جو بچوں کی اخلاقی ابتری ہوتی ہے وہ کتنا بڑا نقصان ہے۔ آنے والے وقت کے لئے ہم اپنی قوم کو کیسی قیادت فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارا دین اسلام جو سب سے زیادہ پسندیدہ دین ہے ان سب لہو ولعب اور لغویات سے روکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے (سورۃ لقمان آیت 60) اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں (لہو یعنی کھیل۔ ہر اس باطل کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈالے) کہ اللہ کی راہ سے بہکاویں بے سمجھوں کو (یعنی براہ جہالت لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کریم سننے سے روکیں اور آیات کا تمسخر اڑائیں) اور اسے ہنسی بنالیں۔ ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ رب العزت تو ہمیں بے ہودہ کاموں سے روکتے ہیں جن میں پڑنے سے دینی اعمال کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی آئے اور ہم لہو ولعب میں پڑ کر بہک جائیں۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۃ الحدید آیت نمبر 20) جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل کود کی زندگی نہیں ہے یہ تو دار عمل ہے۔ جب سے کیبل اور ڈش کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی مخالفت میں سنجیدہ اور مذہبی و دینی لوگوں کی طرف سے شدید ردعمل ظاہر ہوا ہے۔

ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ حکومت نے کیبل نیٹ ورک سسٹم کی سرپرستی شروع کر رکھی ہے اور نوجوانوں کو اخلاق باختہ کرنے کے لئے پروانے جاری ہونے والے ہیں۔ بعض اخباری اطلاعات کے مطابق ملک دشمن عناصر نے حکومت کی اس ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک دشمن منصوبے بنانے کا آغاز کر دیا ہے۔ کیبل نیٹ ورک والے لائسنس حاصل کر کے بیرونی قوتوں کا آلہ کار بننے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کیبل نیٹ ورک پر فحاشی اور عریانی کی بھرمار ہے۔ فحش ڈرامے، فلمیں اور غیر اخلاقی اشتہارات دکھا کر نئی نسل کو بے راہ روکیا جا رہا ہے۔ یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ پی ٹی سی ایل نے کیبل نیٹ ورک والوں کو آفر دی ہے کہ وہ کیبل نیٹ ورک کے کنکشن گھر گھر پہنچانے کے لئے ان کے ٹیلی فون پول استعمال کر سکتے ہیں۔ کتنے بڑے افسوس کی بات ہے برائی کو پھیلانے کے لئے کتنی جلدی ہمارے ادارے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اچھائی یا کسی نیک عمل کے لئے

بڑی محنت کے باوجود خال خال ہی لوگ تیار ہوتے ہیں۔ایک موقعہ پر سونیا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم جغرافیائی یا اقتصادی طور پر تو پاکستان کو فتح نہیں کر سکے البتہ ہم نے ثقافتی طور پر پاکستان کو فتح کرلیا ہے۔آج ہم اس بیان کا بغور جائزہ لیں تو یہ بالکل حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے۔جگہ جگہ وڈیو سنٹر کھلے ہوئے ہیں۔جن پر سرعام بھارتی فلمیں دستیاب ہیں۔ان فلموں کے پوسٹر وڈیو سنٹروں پر لگائے جاتے ہیں۔یہ پوسٹر کھلے عام ہماری نوجوان نسل کو بے راہ روی کی دعوت گناہ دیتے نظر آتے ہیں۔دکھ اس بات کا ہے کہ وفاقی' صوبائی اور مقامی حکومت کو ان سب باتوں کا علم ہونے کے باوجود یہ گمراہ کن طاغوتی کاروبار جاری و ساری ہے۔پولیس خود ایسے لوگوں سے منتھلی لے کر ان کی سرپرستی کرتی نظر آتی ہے۔جس کی وجہ سے ان لوگوں کے حوصلے بلند ہیں۔یہ انتظامیہ اور ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔کیا ہم سب کی اولادیں گمراہ نہیں ہو رہیں؟

یہی انڈین فلمیں کیبل نیٹ ورک والے دیدہ دلیری سے اپنے سسٹم پر لوگوں کو دکھا رہے ہیں اور نوجوان نسل کو اخلاقی اور مذہبی طور پر تباہ کیا جا رہا ہے۔جس سے ہماری نوجوان نسل اخلاقی اور مذہبی بے راہ روی کا شکار اور مذہب سے دوری جیسی بیماریوں کے علاوہ جسمانی بیماریوں جیسے سہل پسندی۔کسل مندی۔دیر سے سونا اور دیر سے اٹھنا جیسے عوارض میں مبتلا ہوتی جا رہی ہے۔ اگر حکومت وقت کو کیبل نیٹ ورک سسٹم کی سرپرستی اپنے ریونیو بڑھانے کے لئے کرنی ہی ہے تو ان کے لئے کچھ ضابطہ اخلاق مرتب کئے جانے چاہئیں اور کیبل نیٹ ورک والوں کو اس کا پابند کرنا چاہئے۔یہ لوگ جو کچھ کیبل پر دکھا رہے ہیں اس کو چیک کرنا اور سنسر کرنا چاہئے نیز یہ کہ بھارتی فلموں پر مکمل پابندی عائد کرنی چاہئے اور صاف ستھرے پروگرام دکھانے کا پابند بنانا چاہئے۔یہی غیرت ایمانی کا تقاضا ہے۔

کشمیر میں انڈیا کیا نہیں کر رہا ادھر مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ہماری غیرت اور جذبہء ایمانی کہاں کھو گیا ہے۔ہنود و یہود سب مل کر مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹانے کی پالیسیاں اپنائے ہوئے ہیں۔مسلمانوں کے دلوں سے جذبہء ایمانی' جذبہء جہاد اور اخلاقی اقدار کو نکالنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ آخر میں حکومت سے التماس ہے کہ اس بے حیائی کے عفریت کو لگام دیں اور کیبل نیٹ ورک سسٹم کو بند کیا جائے۔

بچوں کیلئے دلچسپ' معلوماتی اور اصلاحی تحریروں پر مشتمل
ماہنامہ معمار وطن
جلد اپنی اشاعت کا آغاز کر رہا ہے
سلسلے کے ضلعی صدور اپنی اپنی ڈیمانڈ سے فوراً آگاہ فرمائیں
ماہنامہ معمار وطن: ATM بلڈنگ' پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد۔فون 668819

پرانا کھیل نئے کھلاڑی

قاضی غیاث الدین جانباز

وطن عزیز کی دونوں بڑی سیاسی جماعتیں پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پی پی دعویٰ کرتی ہیں کہ وہ پھر برسر اقتدار آ کر سیاست و معیشت کو سدھار دیں گی، لیکن کیسے؟ یہ سوال ان سے کوئی نہیں پوچھتا۔ نہ ہی ان سے کوئی پوچھتا ہے کہ ماضی قریب کے دونوں ادوار میں انہوں نے کون سا ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جسے بنیاد بنا کر ان پر اعتبار کیا جائے۔ دونوں نے ملک کو آئی ایم ایف کے قرضوں میں جکڑا اور ان قرضوں کو لوٹ کر ہڑپ کر گئے۔ عدالتیں انہیں با عزت بری بھی کر دیں، تب بھی عوام کی بھاری اکثریت انہیں پارسا سمجھنے کے لئے تیار نہیں اور یہ بھاری اکثریت ان ستر فیصد عوام پر مشتمل ہے، جو سیاست دانوں سے مایوس ہو کر ووٹ ہی کاسٹ نہیں کرتی۔

عوام کی یہ ستر فیصد خاموش اکثریت ووٹ کی سیاست سے لاتعلقی اختیار کر چکی ہے اور موجودہ نظام میں تبدیلی چاہتی ہے۔ اس خاموش اکثریت کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے علامہ طاہر القادری بڑھکیں لگاتے ہیں، لیکن کوئی بھی ان سے متاثر نہیں۔ عمران خان اس اکثریت کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکے۔ سیکولر اصغر خان کو عوام قبول کرنے پر آمادہ نہیں، کیونکہ وہ بھی عوام کو قائل و مائل کرنے والا پروگرام پیش کرنے میں ناکام رہے۔ جماعت اسلامی اپنی اچھی کارکردگی کے باوجود اس خاموش اکثریت میں سے دو تین فیصد کو اپنی طرف مائل کرنے میں یقیناً کامیاب رہی ہے، لیکن مائل ہونے کے باوجود اپنا ووٹ اس وقت تک کاسٹ کرنے پر آمادہ نہیں، جب تک انہیں جماعت کی جیت کا یقین نہ آ جائے۔ جماعت اپنے معاشی پروگرام کو عوام تک نہیں پہنچا سکی۔

دوسری مذہبی و سیاسی جماعتوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں کوئی معاشی خاکہ ترتیب دیا ہی نہیں۔ میں نے صرف ایک دینی جماعت تنظیم الاخوان کے پاس تیار شدہ معاشی خاکہ دیکھا ہے، لیکن وہ ووٹ کی سیاست کی طرف آتی ہی نہیں۔ اس کے پاس مخلص اور دیانتدار کارکن موجود ہیں، جو شوق شہادت رکھتے ہیں، لیکن عوام کو اپنی طرف مائل کرنے کے ہنر سے ناآشنا ہیں۔ اس تنظیم کے سربراہ مولانا اکرم اعوان کھلے دل اور کھلے بازوؤں سے سیاسی لوگوں کو قبول کرتے ہیں، لیکن ان کے نیچے کے لوگ سیاسی لوگوں پر اعتبار کرنے پر آمادہ ہی نہیں۔ شاید طارق چودھری کے تجربہ سے وہ بدمزہ ہوئے ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق کے اسلامی معاشی نظام کا سراغ ہی نہیں ملتا۔ یہ دونوں رہنما اور ان کے چند ساتھی اسمبلی کی چند سیٹوں کے حصول ہی کو اسلام کا نفاذ سمجھتے ہیں۔ پشاور کے اتنے بڑے اجتماع میں چاہئے تو یہ تھا کہ اسلام کے معاشی و سیاسی نظام کا اعلان کیا جاتا، لیکن سرحد میں مولانا فضل الرحمٰن نے اپنی جمعیت کے لئے چند سیٹوں کا اہتمام کر لیا ہو، تو الگ بات، اس سے زیادہ اس تاریخی کانفرنس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ یہ کانفرنس تو دیوبندی مکتب فکر کو بھی متحد نہ کر سکی، بلکہ صرف مولانا فضل الرحمٰن شو بن کر رہ گئی۔ اگر یہ کانفرنس لاہور میں منعقد ہوتی تو اس کے بہتر سیاسی نتائج نکل سکتے تھے۔

دراصل صاحبزادوں کی تخت نشینی کی جنگ نے جمعیت العلمائے اسلام جیسی تاریخی سامراج دشمن تحریک کو تباہ کر دیا اور بزرگ شخصیات اپنی عزت بچانے کے لئے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں۔ بریلوی مکتب فکر میں بھی صاحبزادگان کی سیاست نے جمعیت العلمائے پاکستان کو تتر بتر کر دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت نے جنم لیا تھا، جنہیں سیاسی فہم بھی حاصل ہے۔ لیکن ضیاء الحق نے کمال ہوشیاری سے مولانا شاہ احمد نورانی کے خلاف بغاوت کرا کے بریلوی مکتب فکر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب

یہ ٹکڑے چند سیٹوں اور چند وزارتوں کے لئے سیکولر قوتوں کے کھیل میں شامل ہو کر اپنی اجتماعیت کھو بیٹھے ہیں اور اس مکتب فکر نے بھی قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی معاشی نظام اب تک ترتیب نہیں دیا۔

جماعت اسلامی کے سوا کوئی دینی سیاسی جماعت اپنے تنظیمی ڈھانچہ میں عوام کو شامل کرنے پر آمادہ نہیں۔ اگر خواص کے طبقہ میں سے کسی کو تنظیمی ڈھانچہ میں شامل کیا جاتا ہے' تو اس کی جیب کے بھاری بھرکم پن کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے یا پھر اسٹیبلشمنٹ میں اس کے اثر و رسوخ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ دینی سیاسی جماعتوں نے اپنے کردار وعمل سے عوام کو اپنے سے بہت دور کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام دینی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں عوام کے لئے اپنے دروازے کھولیں اور عوام کو تنظیمی عہدے دیں اور انہیں ادنیٰ مسلمان نہ سمجھیں۔ مولوی اور صوفی کے لئے یہ کسی طرح زیبا ہی نہیں کہ وہ اپنے کو اعلیٰ درجہ کا عبادت گزار سمجھ کر دوسروں پر شک کرے۔ نیتوں کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

دینی جماعتیں لوگوں کی روزمرہ کی مشکلات ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں' سرکاری اہل کاروں کے ظلم سے بے اعتنائی برتتی ہیں' جس کے نتیجے میں وہ پیشہ ور سیاسی کارکنوں اور چودھریوں کے جال میں پھنس کر اپنی جیب بھی خالی کراتے ہیں اور ان کے اشارہ پر ووٹ بھی دیتے ہیں۔ جماعت اسلامی نے عوام کو قریب لانے کے لئے خاصی عوامیت اختیار کر لی ہے' لیکن وہ اپنی صفوں میں نئے آنے والوں کو برسوں کوئی تنظیمی ذمہ داری نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ عوامیت اختیار کرنے کے باوجود وہ عوام میں اپنے لئے اعتماد حاصل نہیں کر سکی۔ جماعت کی ان خامیوں کے باوجود میرے جیسے بیشمار لوگ اس کے لئے نرم گوشہ تو رکھتے ہیں' مگر اس کے ساتھ عملی تعاون سے گریز کرتے ہیں۔

قاضی حسین احمد انتخابی اور انقلابی سیاست کے حوالے سے ذرا عملیت پسند بن جائیں' تو اس سے جماعت انتخابی سیاست میں آگے بڑھ سکتی ہے۔ تنظیم الاخوان تو انتخابی سیاست پر یقین ہی نہیں رکھتی۔ وہ تو خالص اسلامی انقلاب پر یقین رکھتی ہے۔ انقلاب دو ہی طریقوں سے ممکن ہے یا فوج اسلامی انقلاب برپا کرے' جس کا کوئی امکان نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عوام کو انقلاب کے لئے تیار کیا جائے اور یہ کام سیاسی کارکن کیا کرتے ہیں۔ محض کسی جماعت کے کارکن انقلاب برپا نہیں کر سکتے۔ مولانا اکرم اعوان کے پاس سر کٹانے والے مخلص صوفی کارکن موجود ہیں' لیکن ان کو عوام سے رابطے کا ہنر نہیں آتا۔

الاخوان کی حالیہ ایک دو برسوں کی جدوجہد میں دو تین ایسے مواقع آئے ہیں' جن سے فائدہ اٹھا کر وہ عوام کو منظم کر سکتے تھے۔ لیکن تنظیم ان مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکی۔ مولانا اپنے زور خطابت سے عوام کو متاثر کرتے ہیں' ان کی خطابت میں ایسی عوامی لاجک ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل متاثر ہوتے ہیں لیکن ان کے خطاب کے بعد عوام سے رابطہ کا فقدان ان کی باتوں کے اثرات زائل کر دیتا ہے۔ ان کی ہائی کمان ریٹائرڈ فوجی افسران کی اکثریت پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں کے قلوب اللہ اللہ سے مزین ہیں۔ وہ صاف ستھرے کردار کے حامل لوگ ہیں۔ برسوں فوج میں رہنے کے سبب وہ رابطہ عوام کے ہنر سے ناآشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ عوام میں گھل مل نہیں سکتے۔ مولانا اکرم اعوان جیسا لیڈر کسی اور عوامی مزاج رکھنے والی جماعت کو میسر آ جائے تو پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا ہونے میں برسوں کی مسافت نہیں ہوگی۔ مجھے مولانا اکرم اعوان سے بہت امیدیں ہیں' لیکن کاش! ان کی ٹیم بھی ان کی طرح فراخدل ہو سکے۔ عالم الغیب تو اللہ کی ذات ہے۔ حالات جس ڈگر پر جا رہے ہیں' ان کا تجزیہ کیا جائے تو پرانے کھیل کو نئے کھلاڑیوں کے ذریعے جاری رکھنے کا آخری تجربہ ہو رہا ہے۔

جنرل پرویز مشرف صدر بھی بن جائیں گے' میاں اظہر یا امین فہیم جیسا کوئی وزیراعظم بھی آ جائے گا۔ لیکن بات بنے گی نہیں۔ بن سکتی بھی نہیں کہ نظام اتنا بوسیدہ ہو چکا ہے کہ نہیں چل سکتا۔ کاش! کوئی اس قوم کے سامنے قرآن وسنت کی روشنی میں معاشی وسیاسی پروگرام پیش کرنے والا اس عہد کا عمر فاروق ؓ پیدا ہو جائے۔ آخر تو ستر فیصد خاموش عوام نے حالات کے جبر سے تنگ آ کر سڑکوں پر آنا ہی آنا ہے۔ آخر ظلم وجبر سے عوام کب تک سمجھوتہ جاری رکھیں گے؟

غیر رسمی گفتگو

زیر نظر کالم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ انکشافات کی ذیل میں تو نہیں آتا کہ سیاست کے اسرار و رموز سے دلچسپی رکھنے والے پہلے بھی اس حقیقت سے آگاہ ہیں جس کا اقرار کالم نگار نے بھی کالم کے آخر میں کر دیا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ جب ایک ادارہ نظام حکومت میں اس حد تک دخیل ہے تو اس سے پیدا ہونے والے نتائج کی ذمہ داری بھی قبول کرے۔ ایک سوال سیاستدانوں کی طرف بھی لڑھکایا جا سکتا ہے کہ جب انہیں علم ہے کہ جب ملے گا ادھورا اقتدار ہی ملے گا تو اس کے باوجود وہ ایسے اقتدار کے حصول کے لئے اتنے بیتاب کیوں رہتے ہیں

نذیر ناجی

میں جب مولانا فضل الرحمن کے بیانات پڑھتا تھا کہ انتخابی سیاست سے ان کا یقین اٹھ چکا ہے اور وہ طاقت کے زور سے اقتدار حاصل کریں گے تو اس میں شدت بلکہ انتہا پسندی کی جھلک نظر آتی تھی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی اس کے ڈانڈے افغانستان کی صورت حال سے ملایا کرتا تھا' لیکن تبادلہ خیال کے دوران واضح ہوا کہ مولانا اس جمہوری نظام سے بیزار ہیں جو پاکستان میں غیر جمہوری قوتیں اپنے مقاصد کے تحت مسلط کرتی ہیں' انہوں نے ایک ذاتی واقعہ سنایا کہ جب 1988ء میں نوابزادہ نصر اللہ خان کو صدارتی امیدوار نامزد کرنے کا سوال اٹھا تو ان کی جماعت نے نوابزادہ کی بھرپور حمایت کی جبکہ باقی لوگ غلام اسحٰق خان کے حق میں ہو گئے' مولانا فضل الرحمن اصرار کرتے رہے کہ ایک بیوروکریٹ' جس نے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت میں طویل خدمات انجام دی ہیں' اسے صدارتی امیدوار بنانا بحالی جمہوریت کی جدوجہد کی نفی کے مترادف ہے' مولانا کے دلائل کافی موثر تھے اور منتخب اراکین ان کی وجہ سے اسحاق خان کو ووٹ دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگے تھے' جس پر اس وقت کے چیف آف آرمی سٹاف نے ان سے رابطہ کیا اور مولانا سے کہا کہ وہ نوابزادہ صاحب کی حمایت چھوڑ کر غلام اسحاق خان کے حق میں ووٹ دیں' اس پر مولانا صاحب نے سادگی سے پوچھا کہ ''یہ

> **ایم کیو ایم سے کہا گیا کہ جتنے امیدوار چاہے کھڑے کر لو لیکن نشستیں صرف پانچ ہی ملیں گی**

فیصلہ کرنا تو منتخب اراکین اسمبلی کا کام ہے' وہ کس حیثیت میں نوابزادہ کی مخالفت کر رہے ہیں؟''

جواب تھا ''ہم ان کے ساتھ نہیں چل سکتے۔''

''لیکن آپ تو آئین کے تحت کام کرنے کے پابند ہیں' جو بھی صدر یا وزیراعظم آئے گا' اس کے احکامات کی تعمیل کرنا آپ کا فرض ہے' بلکہ مجھے تو بے نظیر بھٹو پر بھی اعتراض ہے کہ وہ آپ کی قیام گاہ پر کیوں گئیں''۔

جواب میں کہا گیا ''وہ کیوں نہ آتیں؟ انہیں وزیراعظم بننا تھا اور صدر کا فیصلہ بھی ہمارا ہوگا اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسحاق خان ہی صدر رہیں''۔

اس پر مولانا فضل الرحمن نے جواب دیا ''نوابزادہ نصر اللہ خان کو صدارتی امیدوار بنانے کا فیصلہ ہماری پارٹی نے کیا ہے اور میں اسے نہیں بدل سکتا اور آپ کو بھی میرا مشورہ ہے کہ اسمبلیوں کو اپنا کام کرنے دیں' منتخب اراکین کی بھاری اکثریت نوابزادہ نصر اللہ کے حق میں ہے''۔

اس پر آرمی چیف آف اسٹاف نے اپنے ساتھی جنرلوں سے مشورہ کرنے کا وقت مانگا اور چلے گئے' اگلے روز انہوں نے مولانا فضل الرحمن کو فون کیا کہ ''میں نے مشورہ کر لیا ہے اور ہمارا فیصلہ ہے کہ نوابزادہ کو صدر نہیں بننے دیا جائے گا'' مولانا نے بتایا کہ انہوں نے ملاقات کے دوران جمہوریت کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا ''صدر اور وزیراعظم کون بنے گا' یہ فیصلہ ہمارا ہوگا''۔

مولانا نے اس کے علاوہ بھی کئی

واقعات سنائے انہوں نے بتایا کہ انتخابات پر انتظامی کنٹرول ہوتا ہے اور سیاسی پارٹیوں کو نشستوں کی الاٹمنٹ مخصوص قوتوں کی طرف سے کی جاتی ہے' ایک الیکشن میں ایم کیو ایم سے کہا گیا کہ وہ قومی اسمبلی کی پانچ نشستوں پر قناعت کرے' ایم کیو ایم والوں نے کہا کہ وہ گزشتہ انتخابات میں بارہ نشستوں پر کامیاب ہوئے تھے اور اس بار انہیں زیادہ نشستوں پر کامیابی کی امید ہے' اگر پابندی ہی لگانا ہے تو کم از کم انہیں جیتی ہوئی نشستوں پر الیکشن لڑنے دیا جائے' اس پر کافی بحث ہوئی لیکن حکم وہی تھا کہ جتنے امیدوار چاہے کھڑے کر لو لیکن نشستیں صرف پانچ ملیں گی' اس پر ایم کیو ایم نے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا' مولانا نے بتایا کہ ایک بار انہوں نے نواز شریف سے کہا ''ایم کیو ایم والے تو آپ کے اتحادی تھے' آپ نے ان کے خلاف اچانک کارروائی کیوں کی؟'' تو اس پر انہوں نے بیچارگی سے جواب دیا کہ ''میں نے وہ کارروائی کب کی تھی' مجھے تو خود بعد میں پتہ چلا'' بے نظیر کے حوالے سے مولانا نے بتایا کہ جب بے نظیر بھٹو نے اسحاق خان کی حمایت کا فیصلہ کیا تو میں نے ان سے کہا کہ ''آپ تو اس شخص پر الزام لگایا کرتی تھیں کہ آپ کے والد کے خلاف سازشیں کرنے والوں میں یہ شخص شامل تھا' اب آپ اسی کو اپنا صدارتی امیدوار بنا رہی ہیں؟'' اس پر بے نظیر بھٹو نے جواب دیا ''میں آج بھی یہی سمجھتی ہوں کہ میرے والد کے خلاف سازش کرنے والوں میں اسحاق خان شامل تھے لیکن میں کیا کروں؟ چیف آف آرمی سٹاف کا تقاضا ہے کہ صدر اسی کو بنایا جائے اور میں ان سے ٹکر لے کر اس انجام سے دوچار نہیں ہونا چاہتی جو میرے والد کا ہوا''۔

چیف آف آرمی سٹاف نے کہا کہ وہ نوابزادہ صاحب کی حمایت چھوڑ کر غلام اسحاق خاں کے حق میں ووٹ دیں

اس طرح کے متعدد واقعات سنانے کے بعد مولانا فضل الرحمٰن نے دریافت کیا کہ عملی طور پر جو نظام ہمارے ہاں جمہوریت کے نام پر چلتا رہا ہے اس کے ذریعے عوامی خواہشوں اور امنگوں کی تکمیل کیسے کی جا سکتی ہے؟ انتخابات محض ایک ڈھونگ بن کر رہ گئے ہیں' عوام بھاری اکثریت سے ووٹ دے کر بھی اپنی مرضی کا نمائندہ اسمبلی میں نہیں بھیج سکتے' اسمبلیوں میں وہی لوگ جاتے ہیں جنہیں مخصوص قوتیں نامزد کرتی ہیں اور جسے منتخب حکومت کا نام دیا جاتا ہے وہ درحقیقت منتخب نہیں نامزد ہوتی ہے اور اسے مخصوص قوتوں کے اشاروں پر کام کرنا پڑتا ہے' مولانا نے بتایا کہ جب انہیں ایم آر ڈی میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے نوابزادہ صاحب سے کہا تھا کہ ''آپ بحالی جمہوریت کی تحریک تو چلا رہے ہیں پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ جمہوریت کس طرح کی ہوگی؟ اگر وہی جمہوریت بحال ہونا ہے جو 1985ء میں ہوئی تھی تو جدوجہد اور قربانی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا' آپ مجھے یہ ضمانت دے دیں کہ انتخابات آزادانہ ہوں گے اور ان کے نتیجے میں جو حکومت قائم ہوگی وہ فوج کے ماتحت نہیں' فوج اس کے ماتحت ہوگی تو میں نہ صرف اے آر ڈی میں شامل ہو جاؤں گا بلکہ ہمارے کارکن جدوجہد میں سب سے آگے ہوں گے''۔

مجھے مولانا کے موقف اور ان کی رائے کے بارے میں کچھ نہیں کہنا' لیکن جو شخص جمہوریت پر یقین رکھتا ہے' اسے ان پر غور ضرور کرنا چاہئے' گھر واپس آتے ہوئے مجھے پرانے واقعات یاد آ رہے تھے' جب میں کسی اہم فیصلے کے موقع پر وزیراعظم نواز شریف سے دریافت کیا کرتا تھا کہ ''آپ نے فوج کو اعتماد میں لے لیا؟'' تو وہ جھلا جاتے تھے اور آخر میں تو کہنے لگے تھے کہ ''آپ فوج سے بہت ڈرتے ہیں''۔

اسمبلیوں میں وہی لوگ جاتے ہیں جنہیں مخصوص قوتیں نامزد کرتی ہیں۔ جسے منتخب حکومت کا نام دیا جاتا ہے وہ درحقیقت منتخب نہیں نامزد ہوتی ہے

بشکریہ روزنامہ ''جنگ''